مقبول رہتا ہے، پنڈت جی ایک کہنہ مشق ادیب ہین اسلئے اس ڈرامے کے متعلق کچھ کہنا تحصیل حاصل ہی
ظاہری اور معنوی دونون اعتبار سے بہت کامیاب ہی،

پس پردہ مؤلفہ جناب چندر بھوشن سنگھ تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۲۸ صفحے، کاغذ کتابت
وطباعت بہتر قیمت ۱۲ر پتہ:۔ مکتبہ جامعہ ملیہ امین آباد لکھنؤ،

نئے افسانہ نگارون مین مؤلف کا نام اجنبی نہیں ہے، رسالوں مین ان کے افسانے نکلتے رہتے
ہین پس پردہ ان کے سات منتخب افسانوں کا مجموعہ ہے، یہ افسانے محض تفریحی نہین ہین بلکہ
ان میں فطرت انسانی کی بعض کمزوریون ہماری معاشرت کے بعض قابل اصلاح پہلوؤن، اور ترقی
یافتہ اور دیہاتی زندگی کے بعض رُخون کو پیش کیا گیا ہے، سب افسانے دلچسپ، مفید اور سبق آموز
اور پلاٹ اور زبان کے اعتبار سے بہت کامیاب ہین، ان کی کامیابی کی یہ دلیل ہے، کہ ان پر
پریم چند کی تحریر کا دھوکا ہوتا ہے،

ارمغان جذب (حصہ دوم) از جناب رگھونندن راؤ جذب عالمپوری تقطیع چھوٹی
ضخامت ۱۱۶ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت بہتر ہے، قیمت مجلد:۔ ۱۲ر پتہ:۔ ادارۂ ادبیات
اردو، رفعت منزل خیرات آباد، حیدرآباد،

یہ کتاب رگھونندن راؤ صاحب وکیل حیدرآباد کی رباعیات کا مجموعہ ہے، ان کا کلام
ہمین پہلی مرتبہ دیکھنے کا اتفاق ہوا، اس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے، کہ جناب جذب کا فطری
رجحان اخلاق وحکمت، پند وموعظت کی جانب ہی اسی لئے انھون نے اپنے خیالات کے اظہار کیلئے
رباعی کو اختیار کیا ہے، یہ تمام رباعیان اخلاقی اور حکیمانہ ہین، اس کی زبان سادہ اور بے تکلف
اور معنی موثر اور سبق آموز ہین،

جلد ۴۶ ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ نومبر سنہ ۱۹۴۰ء عدد ۵

مضامین

شذرات

قومون کی زندگی کی اصل روح چند حقیقتون پر یقین ہے، یہ یقین جس شدت اور استحکام کیساتھ ہوگا، اسی قدر اس قوم کی زندگی کی روح تازہ، زندہ، تابندہ، پایندہ اور سرگرم عمل ہوگی، یہی ایک روح جب متعدد افراد انسانی مین جلوہ گر ہو تو وہ کل مل کر ایک حقیقی جماعت کی شکل پیدا کرتی ہے، اور جب ایسے افراد کی تعداد قابلِ لحاظ حد تک پہنچ جاتی ہے تو ایک بڑی قوم یا بڑی ملت کا وجود ہو جاتا ہے، اور ان کے درمیان ان چند حقیقتون پر یقین اتصال کا وہ نقطہ اور اجتماع کا وہ مرکز بن جاتا ہے جس پر آکر اس قوم وملت کے کاروبار کے سارے دائرے ختم ہوتے ہین، جس حد تک ان حقیقتون کا یقین ان افراد مین پایا جائے گا اسی قدر ان افراد کی اجتماعی طاقت اور متحدہ قوت ناقابلِ شکست ہوگی،

زوال پذیر قوم مین یقین کی یہی گرہ کھل جاتی ہے، وہ یقین جس نسبت سے زائل ہونے یا سست پڑنے لگتا ہے، اسی نسبت سے اُسکے افراد کی اجتماعی اور مرکزی طاقت کمزور ہونے لگتی ہے یہانتک کہ وہ مٹتے مٹتے بالکل مٹ جاتی ہے اور وہ قوم فنا ہو جاتی ہے،

قومون کی ترقی وتنزل کا یہی راز ہے، اسی اصول کے مطابق ازل سے ابد تک قومین بنتی اور بگڑتی جیتی اور مرتی رہین، جب کبھی کوئی قوم بڑھیگی تو اسی اصول سے اور مریگی تو اسی اصول کے مطابق، یہ سنتِ الٰہی ہے، اور اس سنتِ الٰہی مین کبھی فرق پیدا نہ ہوگا،

شرع کی اصطلاح مین چند حقیقتون پر اس مستحکم یقین کا نام **ایمان** ہے، اور علم اجتماع (شوشیالوجی) مین اسی کو جامعیت اور عصبیت کہتے ہین،

خالقِ فطرت نے تو ازل سے ان حقیقتون کو جن کا یقین قومون کی زندگی کی روح ہونی چاہیے اسی طرح متعین کر دیا ہے، جس طرح آغازِ خلقت مین دنیا کے جسمانی اور مادی قوانین کو جن پر اس دنیا کی بنیاد ڈالی گئی ہے متعین فرمایا ہے، انبیاء علیہم السّلام شروع سے آخر تک جب بھی اس دنیا مین آئے ان ہی حقیقتون کی دعوت دی، اور ان ہی پر کامل یقین کا مطالبہ کیا، جن مین سے ایک تمام آسمانی کتابون کو صادق اور خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی ماننا ہے،
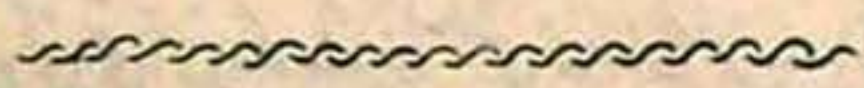
ہماری آج کی سب سے بڑی بدقسمتی یہی ہے کہ ہم سے ہمارے یقین کی یہ سب سے بڑی دولت چھیننے کی کوشش کیجا رہی ہے، ہماری سعادتون اور ہدایتون کے سب سے قیمتی خزانہ کا نام قرآن پاک ہے، جس پر باختلافِ فرق تمام مسلمانون کا اتفاق تام، اور اجماعِ عام تھا اور ہے کہ یہ انسانی اوہام خیالات اور خیالی قصص وحکایات سے بلند تر خدا کی طرف سے آئی ہوئی صداقت کا نام ہے، اور اسی لئے وہ ہر خطا سے پاک اور ہر غلطی سے مبرا ہے، پس ہر وہ ہاتھ جو اس کی اس عصمت کو داغدار بنانے کی کوشش کرے گا اس کا کاٹ ڈالنا ہمارا فرض ہے،

بہرحال اس گئے گذرے زمانہ مین بھی خدا کا شکر ہے کہ فتنہ نگار کے جواب مین ہر کلمہ گو مسلمان نے یکسان حصہ لیا، اور یہ دکھا دیا کہ ہر قسم کے اختلافون کے باوجود ہماری وحدت کی یہ شہ رگ آسانی سے نہیں کٹ سکتی، سنی، شیعہ، مقلد، غیر مقلد، دیوبندی، بریلوی، ندوی، امتِ مسلمہ یا اہلِ قرآن یہاں تک کہ قادیانی واحمدی

ہر ایک نے شخص مذکور کے ہفوات پر لعنت بھیجی اور اپنے اپنے خیال کے مطابق اُسکی پر زور تردید کی،

بہار کے ممتاز فاضل وادیب مولوی ریاض حسن خان صاحب خیالؔ رئیس مظفر پور اپنے ایک عنایت نامہ مین لکھتے ہین کہ "پچھلے پرچہ سے کلام اللہ پاک کی وحی پر جو مضمون شروع ہوا ہے وہ اس قابل ہے کہ اس کو علٰحدہ رسالہ کی صورت مین چھاپا جائے" اگر اور دوسرے احباب بھی ان کی اس تجویز کو پسند فرمائین تو اسکی تعمیل اس طرح کیجائے کہ نیاز نامہ کے نام سے ان تمام مستند تحریرون کو یکجا کر دیا جائے جو اس کافر بے ادب کی تردید مین اہل علم کے قلم سے نکلی ہین،

آجکل کی بیرونی ڈاک کی بے نظمی سے دوسرے اسلامی ملکون کا حال بہت کم ملتا ہے، تاہم اس اثنا مین مصر کی ایک ڈاک آئی جس سے یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ ڈاکٹر عبد الحمید سعید کی وفات سے مرکزی جمعیۃ شبان المسلمین مصر کی صدارت کی جو جگہ خالی ہو گئی تھی اس کے لئے ہز ایکسلنسی محمد صالح حرب پاشا سابق وزیر دفاع حکومت مصر کا انتخاب ہوا ہے، اس انتخاب کے جلسہ مین مصر کے علاوہ چین، سوماٹرا، البانیا، فلسطین، یمن، الجزائر وغیرہ دوسرے ملکون کے نمایندون نے بھی حصہ لیا، امید ہے کہ جس طرح وزیر موصوف سیاسی و ملکی دفاع مین کامیاب ہوئے ہین اسی طرح دینی و اسلامی دفاع مین بھی کامیاب رہین گے،

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مدیر معارف نے جو ۵۰ صفحون کی مختصر اور آسان سیرت طالب علمون اور مبتدیون کے لئے لکھکر دار العلوم ندوہ کی امداد کے لئے وقف کی ہے وہ بحمد اللہ کہ مسلمانون مین مقبول ہو رہی ہے ایک مہینہ کے اندر اس کے ایک ہزار نسخے فروخت ہو چکے ہین، بہت سے اہل خیر حضرات نے اسکے کئی کئی نسخے خرید کر عام طور پر لوگون مین تقسیم کئے ہین، اور ابتک یہ سلسلہ جاری ہے، ایک مخدوم نے جنکا ہاتھ ہر نیکی کی طرف سب سے پہلے بڑھتا ہے، اور جو تعبیر کے نکرہ ہونے کے باوجود بھی اہل نظر کی نگاہون مین معرفہ ہین، یہ قدر فرمائی ہے کہ سو نسخے ایک ایک نسخہ پانچ پانچ روپیہ کو خرید کر مفت تقسیم فرمایا ہے، اُمید ہے کہ دوسرے اہل خیر بھی اسی قدر دانی اور فیاضی کا ثبوت دینگے،

مقالات

وحی از روے قرآن

اور

مدعی کا تضاد بیان

از سید سلیمان ندوی

(۲)

شخص مذکور نے بکمال تفاخر قرآن پاک کی اُن چند آیتون سے جن مین بعض جانور اور بعض غیر پیغمبر انسانون کی طرف وحی کی نسبت ہے، یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ وحی "برمحل سوجھ بوجھ" اور "نفسانی تاثرات" کا نام ہے، حالانکہ برمحل سوجھ بوجھ سے مقصود وہ علم ہے، جو انسان کو غور و فکر و استدلال اور ذاتی تجربہ و مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے، اور وہ کسب و نظر اور حواس کا فیض ہے، اور صحت اور خطا دونون کا مورد ہے، اور وحی اس علم کا نام ہے، جو خدا کی جانب سے بندہ کو بندہ کے غور و فکر اور تجربہ و مشاہدہ کے بغیر عطا ہوتا ہے، اور وہ سراپا یقین اور یکسر صحیح ہوتا ہے، جس مین خطا کا امکان ہی نہیں اور اسکو ہر خطا سے محفوظ رکھا جاتا ہے،

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۙ لَّا يَاْتِيْهِ	اور یہ زبردست کتاب ہے، کہ باطل جس
الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا	کے نہ سامنے سے اوس کے پاس پہونچ سکتا
مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ	ہے، اور نہ پیچھے سے، ایک حکمت والے

حمیدٍ، (حم سجدہ ۵-۵)

خوبیوں والے (خدا) کی طرف سے اتری ہی،

عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا، (جن - ۲)

خدا غیب کا دانا ہے، وہ اپنے غیب کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتا، لیکن رسولوں میں سے جس کو پسند کرے، تو وہ چلاتا ہے اس کے سامنے، اور اس کے پیچھے سے نگہبان، تاکہ ظاہر کرے کہ ان رسولوں نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کو پہنچا دیا، اور اس نے اُس کے پاس جو ہے اوسکو گھیر رکھا ہے، اور ہر چیز کو گن لیا ہے،

اور اسی لئے وہ اَلْحَق ہے یعنی یقینی اور سچی،

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ (آل عمران ۶)

یہ سچی بات تیرے پروردگار کی طرف سے ہے، تو تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو،

خاص قرآن پاک کی نسبت ہے،

الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ (رعد ۱)

یہ ہیں آیتیں کتاب کی، اور وہ چیز جو اتاری گئی ہے تیری طرف تیرے رب کیطرف سے، وہ سچ اور یقینی ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے

وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ، (سبا - ۱)

اور جن کو علم دیا گیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ جو تیری طرف تیرے پروردگار کی طرف سے اترا ہے، وہ ہی حق ہے،

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ، (مائدہ - ۷)

اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری،

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (زمر ۱)

ہم نے تیری طرف یہ کتاب سچائی کیساتھ اتاری

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ (زمر ۴)

ہم نے تجھ پر یہ کتاب لوگوں کیلئے سچائی کیساتھ اتاری ہی

اسی معنی کی اور بہت سی آیتیں قرآن پاک میں ہیں، اُن سے واضح ہوگا، کہ قرآن پاک کا عمومی دعوی ہے، کہ اس میں جو کچھ ہے، وہ یکسر حق، تمام تر صداقت اور سراپا یقین ہے، یہ "انسانی سمجھ بوجھ" نفسانی تاثر اور یہود و نصاری کے "مسروقہ مضامین" نہیں ہیں،

سورۂ ہود میں ایک آیت ہے، جو ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ خاص اسی قسم کے خرافات نگار کی تردید میں ہے ارشاد ہے:-

فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْهُ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اُولٰٓئِكَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ وَیَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا

تو اس کتاب کے اللہ کی طرف سے ہونے میں شک نہ کر، وہ بالکل ہی حق ہے، لیکن اکثر لوگوں کو ایمان نہیں، اور اس شخص سے بڑھکر ظالم کون ہوگا، جو خدا پر جھوٹ باندھے،[۵] ایسے لوگ اپنے پروردگار کے روبرو پیش کئے جائیں گے، اور گواہ کہیں گے کہ یہی وہ ہیں جو اپنے پروردگار پر جھوٹ جوڑتے تھے، ہاں ان ظالموں پر اللہ کی لعنت

---

[۵] یعنی یہ کہے کہ خدا نے مجھ پر کتاب اتاری، حالانکہ خدا نے نہیں اتاری، بلکہ خود گھڑ کر بنائی ہے، جیسا کہ مدیر نگار کا افترا زعم باطل ہے،

عِوَجًا وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ، (ھود ۲)

جو اللہ کے راستہ سے لوگون کو روکتے ہین اور اس راہ کو وہ کج بنانا چاہتے ہین، اُ وہی آخرت کے منکر ہین،

اوس شخص سے بڑھکر دروغگو اور کون ہوسکتا ہے، جو یہ دعوی کرے کہ خدا نے فرشتہ کے ذریعہ مجھ پر کتاب نازل کی ہے، حالانکہ وہ خود اسکی "ذاتی سمجھ بوجھ" اور "نفسانی تاثرات" کا نتیجہ ہے،

اسی سورہ میں خاص قصصِ قرآنی کے سلسلہ مین حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے بعد ارشاد ہے،

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا (ھود ۴)

یہ غیبی اطلاعون مین سے ہی جن کو ہم تجھ پر وحی کرتے ہین، تو نہ تو خود ان کو اس سے پہلے جانتا تھا، اور نہ تیری قوم جانتی تھی،

آپنے دیکھا کہ قصصِ قرآنی اون غیبی اطلاعات مین سے ہین جن سے نہ صرف یہ کہ اس وحی سے پہلے آپ کو واقفیت نہ تھی، بلکہ ساری قوم عرب اُن سے ناواقف تھی، **غیبی اطلاعات** یہود ونصاری کے سموعات اور مسروقات نہیں، اعرب کی گذشتہ قومون کے حالات سنانے کے بعد ارشاد ہے،

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا (اعراف ۱۳)

ان آبادیون کا تھوڑا حال ہم تم کو سُناتے ہین،

یہ سُنانے والا اور بتانے والا کون ہے؟ کیا خود خدا نہیں،

کیا اب بھی اس باطل نگار کے اس دعوی کی :-

"اس صورت مین الہام یا وحی سے مراد صرف وہ تاثرات ہون گے، جو ایک انسان یا رسول کے دل و دماغ مین پیدا ہوتے ہین، اور جنھین وہ مروجہ زبان مین نہایت کامیابی و خوش اسلوبی سے ادا کر دیتا ہے...... قرآن مجید مین اسرائیلیات کا حصہ کوئی تاریخی حقیقت نہین رکھتا، اور نہ اسے کلام مجید مین درج ہونے سے صحیح کہا جا سکتا ہے، عہد نبوی میں اس قسم کی روایتین توراۃ و انجیل کے حوالہ سے یہود و نصاری کی طرف سے عام طور پر بیان کیجاتی تھین، اور چونکہ توریت و انجیل کے الہامی ہونیکا غلط خیال پہلے ہی سے قائم تھا، اسلئے رسول اللہ نے بھی ان کو محض اعتبار و تعبیر کے لئے بیان کر دیا، اس سے کوئی بحث نہین کہ وہ صحیح ہے یا غلط"

سچائی کا کوئی ذرہ نصیب ہو سکتا ہے،

مشرکین کا تو دعوی ہی یہ تھا کہ قرآن خدا کا کلام نہین، اور نہ اسکو فرشتہ لاتا ہی، بلکہ محمد اپنے جی سے گھڑ کر اور پرانے قصوں (اساطیر الاولین) کو سُن کر بنا لیتے ہین، اور جھوٹ خدا کی نسبت کر دیتے ہین، اب اگر یہی بات ایک نام کا مسلمان کہتا ہے، تو اس میں اور ابولہب اور ابوجہل وغیرہ مین فرق کیا ہے، قرآن مجید نے اُن کے اسی اعتراض کو افترا علی اللہ (خدا پر جھوٹ باندھنا) کہکر ادا کیا ہے، اور اسکی جابجا تردید کی ہے، کفار کہتے تھے :-

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (مومنین) — محمد ایک ایسا شخص ہے جو خدا پر جھوٹ باندھتا ہی

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (شوری) — کیا یہ کافر کہتے ہیں کہ پیغمبر نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے

اسکے جواب مین خدا فرماتا ہی اے پیغمبر!

قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ (ھود ۳) — کہدے اگر مین نے اس قرآن کو خدا پر جھوٹ باندھا ہے تو میرے جرم کا وبال مجھ پر ہے

قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (احقاف) — کہدے کہ اگر مین نے اس قرآن کو خدا پر جھوٹ باندھا ہی تو تم اللہ کی طرف سے میرا بچانے کا ذرا اختیار نہین

سورۂ انعام مین ہے :-

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ	اور اس سے بڑھکر کون ظالم ہوگا جو
کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ	اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے، اور جو کہتا ہو
اِلَیْہِ شَیْءٌ،	کہ مجھ پر وحی بھیجی گئی ہے، حالانکہ اس پر
(انعام ۱۱)	کوئی وحی نہیں آئی،

کیا عجب بات ہے کہ قرآن پاک تو اس افترا کی نفی کرتا ہے، اور نام کا مسلمان اوس کو رسول کے لئے ثابت کرنے کی جرأت کرتا ہے، کفار کے اس دعوائے افترا علی اللہ کے جواب مین بے شمار آیتین ہین جن کا یہان نقل کرنا بھی مشکل ہے،

قرآن پاک مین لفظ وحی آسمان و زمین اور بعض جانورون اور دوغیر نبی انسانون کی شان مین بھی آیا ہے، اس سے اس غلط نگار نے یہ نتیجہ نکالا ہے :-

"وحی کے لغوی معنی اشارۂ سریع یا الہام بالسرعۃ کے ہین، اردو مین اس کا صحیح مفہوم "بر محل سوجھ بوجھ" کے فقرہ سے ظاہر کیا جاسکتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ قوت کسب و اکتساب سے تعلق نہین رکھتی، بلکہ فطری ودیعت ہے، اس لئے ہم کہہ سکتے ہین، کہ وحی "خدا کی دین" اور نتیجہ ہے اس ذہنی قوت کا جو فطرۃً انسان مین ودیعت کی گئی ہے، اور چونکہ یہ قوت انبیا مین زیادہ پائی جاتی تھی، اور ان کا ہر قول و فعل صرف نوع انسانی کی خدمت کے لئے ہوتا تھا اس لئے یکسر نادرست نہین کہ ان کی ہر بات وحی کا نتیجہ تھی، اور ان کے منہ سے جو کچھ نکلتا تھا، وہ اسی اشارۂ خداوندی کے ماتحت ہوتا تھا"

(جولائی ص ۵۹)

کیا ان سطرون مین جو کچھ کہا گیا ہے، وہ وہی ہے، جو گذشتہ پرچہ مین بڑے عالمانہ ناز و تبختر

سے اوس کے قلم سے نکلا تھا، ذرا اس "عذر گناہ" کو اصل گناہ سے ملاکر دیکھئے، کہ مسلمانون کی گرفت سے گھبرا کر کہان سے کہان پہونچا ہے، اس کا اصل دعوی تو یہ تھا:

"کلام مجید کو نہ مین کلام خداوندی سمجھتا ہون، نہ الہام ربانی، بلکہ انسان کا کلام جانتا ہون، اس صورت مین الہام یا وحی سے مراد وہ تاثرات ہون گے، جو ایک انسان یا رسول کے دل و دماغ مین پیدا ہوتے ہین، اور جنھیں وہ مروجہ زبان مین نہایت کامیابی سے ادا کر دیتا ہے"

آپ نے دیکھا پہلے اوس نے وحی والہام کے معنی **انسانی تاثرات** کے بتائے تھے، اور اب ترقی کرکے قرآن پاک کی اُن آیتون سے جن مین وحی کا لفظ ایک خاص معنی مین استعمال ہوا ہے، یہ نتیجہ نکالا ہے، کہ وحی کے معنی **برمحل سوجھ بوجھ** کے ہیں، حالانکہ ان دونون کے درمیان آسمان و زمین کا فرق ہے، تاثرات غور و فکر کے بغیر واقعات کے انفعالی نتائج کا نام ہے، جو شاعر کے کلام کی چیز ہے، اور جس کی قرآن نے اپنے سے نفی کی ہے، مَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ یعنی قرآن شاعر کا کلام نہیں، یا یون کہئے، کہ تاثرات شاعرانہ کا نتیجہ نہیں، اور "سوجھ بوجھ" انسانی غور و فکر کا ادنی نتیجہ ہے، اگر قرآن پاک سوجھ بوجھ اور انسانی غور و فکر کا ادنی نتیجہ ہوتا تو اسکی نسبت خدا کی طرف کرکے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کیا اوسی افترا علی اللہ کے مرتکب نہین ہوئے، جس کا الزام کفار آپ پر لگاتے تھے،

بہرحال اپنے مضمون کی دوسری منزل مین مدعی نے یہان تک تو ترقی کی، کہ کسی نہ کسی معنی مین وہ قرآن پاک کو وحی والہام ماننے پر اتر آیا، اور جس کے قلم سے ایک مہینہ پہلے یہ نکلا تھا کہ

"کلام مجید کو نہ مین کلام خداوندی سمجھتا ہون اور نہ الہام ربانی،"

اس کے قلم سے ایک ہی مہینہ کے بعد یہ نکلا :-

"اس لئے یہ کہنا درست نہیں، کہ ان کی ہر بات وحی کا نتیجہ تھی، اور ان کے منہ سے جو کچھ نکلتا تھا، وہ اسی اشارۂ خداوندی کے ماتحت ہوتا تھا" (جولائی ص ۵۹)

اشارۂ خداوندی کے ماتحت جو چیز ہے کیا وہ غلط ہو سکتی ہی،

آگے چلئے اگست کے پرچہ مین کسی صاحب نے پوچھا کہ جب قرآن پاک انسانی کلام ہے تو اوس کے دعوی اعجاز کے پھر کیا معنی ہون گے، اوس سلسلہ مین ارشاد ہوتا ہے :-

"یہ درست ہے کہ قرآن مین یہ بھی کہا گیا ہے، کہ رسول اللہ نے قرآن نہیں بنایا، (اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ) لیکن اس کے معنی صرف یہ ہین، کہ رسول نے جو کچھ کہا ہے، وہ ہوائی باتین نہین، مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، بلکہ وہ نتیجہ ہے اوس وحی یا اُس تائید غیبی کا جو ذہنی بلندی کی صورت مین رسول اللہ کی فطرت مین خدا کی طرف سے ودیعت کی گئی ہے"۔

(صفحہ ۶۳)

لیجئے اب تو معاملہ یہان تک آگیا، کہ اوس نے جس کے قلم سے یہ نکلا تھا، کہ مین قرآن کو الہام خداوندی نہیں سمجھتا، اوس نے برمحل سوچ بوجھ سے ترقی کرکے **وحی یا تائید غیبی** کی منزل تک رسائی حاصل کرلی، یہ **غیب** کی تائید اور غیب کی قوت کیا چیز ہے، کیا خدا ہی کی تعبیر نہیں[۱] معاملہ آگے بڑھتا ہے، مولوی عبدالماجد صاحب کے جواب مین اُسی مہینہ کے پرچہ مین ص ۲، پر اوسکو یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑا :-

"مین کہتا ہون کہ خدا نطق وکلام کی اس صفت سے مبرا ہے، جو تمام انسانون مین پائی جاتی ہے، اور قرآن مجید کو اوس معنی مین خدا کا کلام کہنا خدا کی توہین ہے، اور یہ تصور وحدانیت کے سراسر منافی"۔

---

[۱] معارف :- عربی جاننے والے اس مدعی باطل کے فضل وکمال کا ماتم کرین،

کاش اوس نے یہی کہا ہوتا، یہ کون نہین کہتا کہ خدا نطق وکلام کی اُس صفت سے مبرا ہے، جو تمام انسانون مین پائی جاتی ہے، اور قرآن مجید کو کلام خدا کہنا ان معنون مین نہین لیکن سوال یہ ہے کہ کلام کے ساتھ "نطق" کا لفظ اس منزل مین پہونچکر کہان سے شامل ہو گیا، نطق کا لفظ تو اب تک کہین نہین آیا ہے، اور نہ اس کا کسی کو دعویٰ ہے،

لیکن اسی کے ساتھ یہ راے باطل بھی ہے :-

"مین کہتا ہون کہ رسول کی عظمت اسی مین ہے، کہ قرآن کو اشارۂ خداوندی کے ماتحت رسول کے ذہن ودماغ کا نتیجہ سمجھا جائے" (ص ۳)

"اشارۂ خداوندی" جب مسلم ہے، اور یہ کوئی موثر چیز بھی ہی تو پھر رسول کے ذہن ودماغ کا کارنامہ کہان رہا،

مدعی اگر واقعی رسول کی عظمت کے لئے بے چین ہے، تو رسول کی اس عظمت کیلئے وہ کیون بے چین نہین، کہ اوس کو اس دعوی مین کہ جو کچھ وہ پیش کرتا ہے وہ حرف حرف اللہ تعالیٰ کا فرمودہ ہے صادق اور راستباز یقین کرے، اور اسکو اسکے اس دعوی مین مفتری وکاذب نہ ٹھہرائے،

تاہم اس مقام پر اتنی ترقی اور ہوئی، کہ گویا وہ شخص جس نے یہ اعلان کیا تھا، کہ مین قرآن کو خدا کا کلام نہین مانتا، اب یہ کہنے لگا، کہ

"مین نے جون مین "آتش نمرود" پر بحث کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا کہ قرآن مجید اس معنی مین کلام ربانی نہین ہے، جو عام طور پر سمجھے جاتے ہین، (ص ۵)

جون کے الفاظ اور اب اگست مین اس بیان کے الفاظ کو ملاحظہ فرمائیے، کیا یہ ایک ہی شخص کے غیر متبدل عقیدہ کی تصریح ہے، بہر حال اس اگست کے عقیدہ سے معلوم ہوا، کہ ہمارا مدعی اب کسی نہ کسی نوع مین قرآن مجید کو کلام ربانی ماننے کیلئے آمادہ ہی،

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

اب ستمبر کا نمبر آتا ہے، اس مین کوئی طالب صفوی صاحب آتے ہین، (غنیمت ہے کہ قرز مانی نہین ہے) اس مضمون مین ایک عجیب مغریب حدیث کا حوالہ ہے جس کا صحاح میں تو پتہ نہین، بہرحال جو کچھ بھی کہا ہے، اوس سے مدعی اپنا اتفاق ان الفاظ مین ظاہر کرتا ہے،

"وہ بعض متکلمین کی طرح قرآن کے مضمون و معانی کو اصل قرآن قرار دیتے ہین، اور الفاظ کو حادث سمجھ کر رسول اللہ سے منسوب کرتے ہین، بالکل یہی خیال میرا ہے۔" (ص ۵۹)

بہت مناسب! آگے وہ صاحبِ قلم جو قصصِ قرآنی کو یہود و نصاری کی سنی سنائی باتون سے ماخوذ بتا رہا تھا، اب یہ کہتا ہے کہ

"اب رہا قصص قرآنی کا مسئلہ سو مین نے یہ کبھی نہین کہا کہ ان کا تعلق وحی والہام سے نہین ہے، لیکن یہ ضرور کہتا ہون کہ ان کو تاریخی اہمیت نہین دینی چاہئے، بلکہ ان کی اس روایتی اہمیت کو پیش نظر رکھنا چاہئے جس کا تعلق درس اعتبار و بصیرت سے ہے۔"

(اگست ص ۵۹)

کیا ان سطرون کا لکھنے والا اپنے قول مین صادق ہے؟ کیا اوس نے یہ نہین لکھا تھا:-

"کلام مجید کو نہ مین کلام خداوندی سمجھتا ہون، نہ الہام ربانی، بلکہ انسان کا کلام جانتا ہون ...... کلام مجید مین اسرائیلیات کا حصہ کوئی تاریخی حیثیت نہین رکھتا، اور نہ اُسے کلام مجید مین درج ہونے سے صحیح کہا جا سکتا ہے، عہد نبوی مین اس قسم کی روایتین تورات وانجیل کے حوالہ سے یہود و نصاری کی طرف سے عام طور پر بیان کیجاتی تھین، اور چونکہ توریت وانجیل کے الہامی ہونے کا غلط خیال پہلے ہی سے قائم تھا، اسلئے رسول اللہ (صلعم) نے بھی ان کو

لہ کہتے ہین کہ پہلے نقاد نگار دین مدیر نگار اسی شکل مین ظاہر ہوتے تھے،

محض اعتبار و بصیرت کے لئے بیان کر دیا۔" (نگار ماہ جون)

جب مدعی کے نزدیک پہلے قرآن کا تعلق وحی والہام سے نہین تھا، تو اوس کے قصص کے حصہ کا بھی ظاہر ہے، کہ وحی والہام سے کیونکر تعلق ہو سکتا ہو، کیا فاضل مدعی کا خیال اس تضاد بیان کی طرف منتقل ہوا،؟ آخر اس "عدم حافظہ" کی وجہ کیا؟

پھر اس نمبر مین اس سے چند صفحے آگے بڑھکر (ص ۱)، مین پروفیسر نواب علی صاحب کے جواب مین ارشاد ہوتا ہے:

"میرے ان کے درمیان کلام اللہ کے عقیدہ مین بظاہر بہت کم اختلاف ہے،[لہ] مین بھی قرآن مجید کو وحی والہام کا نتیجہ سمجھتا ہون لیکن صرف مطالب قرآن کی حد تک، اور ہر چند الفاظِ قرآنی انسانی کلام ہین لیکن چونکہ وہ نتیجہ ہین ایک مخصوص "وجدان" کا، اسلئے لفظی حیثیت سے بھی مین ان کا مرتبہ بہت بلند سمجھتا ہون"۔

اس مین شک نہیں کہ قرآن مین جو قصص بیان کئے گئے ہین وہ اسرائیلیات سے مختلف ہین لیکن بحیثیت مجموعی ان کو صحیح باور کرنے مین ہمین عقل کو نظر انداز کرنا ضروری ہوجاتا ہے، اور یہی پہلو ہمیشہ میری نگاہ مین کھٹکتا ہے۔"

وہ شخص جو چند ماہ پہلے کلام مجید کو نہ کلام الہی مانتا تھا، نہ الہامِ خداوندی، وہ یہان تک تو خدا خدا کر کے پہنچا کہ معانی و مطالب کی حد تک وہ اوس کو وحی والہام کا نتیجہ سمجھنے لگا، ہر چند کہ الفاظ مین اس کو شک ہے،

تاہم وہی قصص قرآنی جن کی نسبت اسی پرچہ مین ابھی چند صفحے پہلے یہ کہہ چکا ہے۔

لہ معارف:- کیا ہمارے مخدوم پروفیسر نواب علی صاحب کو بھی اس سے اتفاق ہے،

وَکُلٌّ یَدَّعِی وَصْلاً بِلیلی   ولیلی لا تقر لھم بذاک

اب رہا قصص قرآنی کا مسئلہ سو مین نے یہ کبھی نہین کہا، کہ ان کا تعلق وحی والہام سے نہین، (صفحہ ۵۹)

اب چند صفحون کے بعد ان کی صحت اوس کو پھر کھٹکنے لگی،

اچھا تو کیا اب مدعی یہ کہتا ہے کہ قصص قرآنی کا تعلق وحی والہام سے ہے، ؟ اگر یہ کہتا ہے تو پھر وحی والہام کی باتون مین اوس کو شک کیون ہے، ؟ اور پھر ان قصص کو یہود ونصاری کے مسموعات سے ماخوذ دو ماہ پہلے کیون بتایا تھا،

بہرحال اب جب مدعی نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ وہ قرآن پاک کو معانی ومطالب کی حد تک وحی والہام سمجھتا ہے، تو کیا ان معانی ومطالب مین قصص قرآنی بھی داخل ہین یا نہین، ؟ اگر داخل ہین، تو پھر وہ بھی وحی والہام کی اطلاع کا نتیجہ ہین،

اب رہا یہ سوال کہ آیا قرآن کا دعوی منزل من اللہ ہونے کا مع اپنے الفاظ اور زبان کے ہے، یا صرف معانی ومطالب کی حد تک ؟ اس بارہ مین قرآن پاک کے یہ الفاظ غور کے قابل ہین!

ارشاد خداوندی ہے :-

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا (یوسف)	ہم نے اوس کو عربی قرآن بنا کر اتارا،
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا	اور اسی طرح ہم نے اوس کو عربی زبان
(رعد ۵)	مین حکم بنا کر اتارا،
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (طہ)	اور اسی طرح ہم نے اوس کو عربی قرآن
اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ، (زخرف)	بیشک ہم نے اسکو عربی قرآن بنایا تاکہ تم سمجھو
وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا	اور اسی طرح ہم نے عربی زبان مین
عَرَبِيًّا، (شوری)	قرآن تم پر اتارا،

ان تمام آیتون مین غور کیجئے کہ اللہ تعالی نے قرآن پاک کو عربی زبان مین نازل فرمانے کی

نسبت اپنی طرف کی ہے، اور کسی زبان مین کوئی چیز ہو نہین سکتی، جب تک اوس کلام کے الفاظ خود اوس زبان کے نہ ہون، اوس کے معنی یہ ہوے کہ اوس کے تمام الفاظ بھی اللہ کی طرف سے وحی اور نازل ہین، اس باب مین اب ایک آخری آیت پیش ہے، جو اس مسئلہ کے لئے قطعی فیصلہ کن ہے،

ارشاد الہی ہے :-

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ، ۵	اور یہ قرآن پروردگار عالم کی طرف سے
نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۵ عَلٰى	اتارا گیا ہے، اوس کو لیکر روح الامین
قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۵	تیرے دل کے اوپر اترا ہے تاکہ تو ہو ڈر
بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ،	سُنانے والون مین سے، بیان کرنے والی
(شعراء ۱۱)	عربی زبان مین،

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کو خدا نے اتارا ہے، روح الامین اوس کو لیکر قلب نبوی پر اترا اور فصیح وبلیغ عربی زبان مین،

یہ تو قرآن پاک کی آیتون سے استشہاد تھا، لیکن چونکہ ہمارے مدعی کو "عقل" بہت پسند ہے" اور اوسی سے مذہبیات مین بہت ڈرتا ہے، اس لئے اوس سے یہ سوال دلچسپ ہوگا کہ کیا اُس نے یہ غور کیا ہے، کہ مرتبہ علمیہ" یا کلام فی النفس کے علاوہ جسکو کلام نفسی کہتے ہین، معانی ومطالب جب ذہن انسانی مین خطور کرین گے، تو کیا وہ الفاظ کے لباس کے بغیر عریان خیال مین بھی آسکتے ہین؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ جس طرح مادیات شکل وصورت کے بغیر ظہور پذیر نہیں ہو سکتے، اوسی طرح معنویات الفاظ کے پردہ کے بغیر خطور نہین کر سکتے ؟

یاد ہوگا کہ مدعی نے یہ سارا جھگڑا [۱] اسلئے مول لیا تھا کہ کسی صاحب حسین مراد آبادی نے جو

[۱] اور اگر حقیقت مین مراد آباد مین کوئی صاحب اس نام کے ہین، جنھون نے مدیر نگار سے یہ سوال کیا تھا تو ان کا

فرضی نام ہی، حضرت ابراہیمؑ کے آگ مین جلائے جانے کے قصہ کی نسبت یہ سوال کیا تھا، کہ جب یہ قصہ قرآن پاک مین ہی تو ہمکو اس کی واقعیت پر یقین لانا چاہئیے، اسکے جواب میں مدعی نے یہ کہا کہ قرآن پاک نہ کلام الٰہی ہے نہ الہام ربانی اور نہ اوس قصہ کے درج قرآن ہونے سے اسکی صداقت لازم آتی ہی، کیونکہ رسول اللہ نے توراتؐ انجیل کے قصون کو سنکر اور ان کو الہامی جان کر درج قرآن کر دیا ہے،

اب جب کہ مدعی معانی و مطالب کی حد تک قرآن پاک کو وحی والہام مان چکا ہی، تو یہ قصہ بھی جن لفظون مین قرآن پاک مین ہی، وہ مطلب و معنی ہی کی حد تک سہی الہامی ٹھہرا اور جب الہامی ہوا تو پھر اوسکی تصدیق سے اب کیونکر چارہ ہے؟ کیونکہ ظاہر ہی کہ واقعیتؐ عدم واقعیت کا تعلق مطالبؐ معانی کر ہی نہ کہ الفاظ و عبارات سی، توجب قرآن پاک مطالبؐ معانی کی حد تک وحی والہام اور قوت غیبی کا نتیجہ ہوا، تو اب اس منزل مین اس عینیہ پہونچکر قرآن پاک کا ہر واقعہ مطلب و معنی کی حد تک یقینی قطعی ریب و شک سے بالاتر، اور اوس کا ذریعہ علم وحی الٰہی، تنزیل ربانی، فرمودۂ خداوندی، انسانی سمجھ بوجھ سے بری، اور مسموعات انسانی سے پاک و منزہ قرار پاگیا یا نہین اور اگر نہین تو مدعی کتنی ہی تاویلون کے پردے ڈالے وہ اب بھی ایمان بالقرآن سے محروم ہے،

مدعی نے ستمبر مین لکھا ہی کہ چند علما، انکی تائید مین ہین، جو الفاظ قرآنی کو محمد رسول اللہ صلعم کی تالیف بتاتے ہین، کیا مہربانی کرکے اُن علما، کی تصنیفات کے حوالون سے مطلع کیا جائے گا، وہ بھی صاحب مراد آبادی کی طرح کی ہستیان تو نہین ہین،

بہرحال اب ہماری درخواست ہے کہ مدعی جس منزل تک اس عینیہ مین پہنچ چکا ہے اب آیندہ اس میں آگے کو اپنی ترقی وہ جاری رکھے یا نہین، مگر خدا کے لئے وہ اب پیچھے نہ ہٹے، اور وہین نہ پہونچ جائے جہان وہ جون ۱۹۴۰ء مین تھا،

(باقی)

(بقیہ حاشیہ ص ۳۳۷) فرض ہے، کہ وہ اپنے نام و نشان کو ظاہر کرین،

عقلیت پرستی پر ایک نظر

از

جناب مولوی محمد منظر الدین صاحب صدیقی بی اے حیدرآباد دکن

اس[1] سے قبل ایک مضمون مین بتا چکا ہون، کہ مغربی تمدن نے عقل کے جائز حدود کو پہچاننے مین بڑی سخت ٹھوکر کھائی، جس کی وجہ سے اس تمدن مین طرح طرح کے لامرکزی میلانات پیدا ہوگئے، اور فکر کی بے قید آزادی نے اخلاقی زندگی کو تباہ و برباد کر ڈالا، مغربی تمدن کا جب مشرقی اقوام سے تصادم ہوا، تو ان قومون مین بھی رفتہ رفتہ یہ عقیدہ زور پکڑ گیا، کہ تمدنی اور معاشرتی امور مین مذہب و اخلاق کے لئے کوئی جگہ نہین ہے، کیونکہ انسانی عقل اب اتنی کافی ترقی کر گئی ہے کہ دنیا کے تمام معاملات و امور مین عقل کی ہدایت سے کام چلایا جاسکتا ہے، نظریہ ارتقا جس کی صداقت پر مغرب کے زیر اثر مشرق بھی ایمان لا چکا ہے، مذہب پر بھی چسپان کر دیا گیا اور یہ ثابت کیا گیا، کہ دنیا کے تمام مذاہب انسانی عقل کی نشو و نما کے مختلف مدارج ہین، اور ان کی ضرورت اُسی وقت تک تھی، جب تک انسانی فکر اُس مرتبہ کمال تک نہین پہونچی تھی، جہان وہ آج جلوہ فرما نظر آتی ہے، غرض کہ مختلف اسباب کی بنا پر عقل کی ہمہ گیری اور ہمہ بینی کا خیال دلون مین جاگزین ہوگیا، اور الہامی ہدایت کی ضرورت سے انکار کیا جانے لگا،

---

[1] یہ مضمون جس کا عنوان "نیا نظم عالم" تھا، جامعہ کے جولائی اور اگست (سنہ ۳۶ء) نمبر مین باقساط شائع ہو چکا ہے،

جو لوگ تمدن، معاشرت کے دائرہ میں الہامی ہدایت اور مذہب کی رہنمائی کے منکر ہیں، انھیں پہلے اس امر کی وضاحت کرنی چاہئے کہ عقل سے ان کی مراد کیا ہے، آیا یہ وہ روشنی ہے جو ہمارے حواس کے فراہم کردہ مواد کی ایک مرتب و منظم شکل سے پیدا ہوتی ہے، یا اوس سے مراد وہ قوت ہے، جو اس مواد کو کام میں لاکر اس پر استدلال و تصورات کا سلسلہ قائم کرتی ہے، یا عامۃ الناس کی وہ قابلیت مراد ہے جس کی وجہ سے وہ تجربات کا ذخیرہ فراہم کرتے ہیں، اور گذشتہ تجربات کو آئندہ پیش آنے والے حالات و واقعات میں اپنا رہبر بناتے ہیں، اور اشیاء کی علل قریبہ کا پتہ لگاتے ہیں یا اس لفظ کا اطلاق فلاسفہ اور مفکرین کے منطقیانہ استدلال پر ہوتا ہے جس کی مدد سے وہ ہر واقعہ کی علت بعیدہ تک پہونچتے ہیں، اور ظاہری اسباب کی نظر فریبی سے بچکر حقیقی اسباب کا علم حاصل کرتے ہیں، اگر اول الذکر قوت مراد ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا، کہ ایسی عقل تمدن کے بنیادی معاملات و امور کے لئے اور معاشرت کے پیچیدہ مسائل کے حل کے واسطے بالکل بے سود ہے، کیونکہ عقل تجربی ہمارے فوری عملی اغراض کا ساتھ دیسکتی ہے، لیکن تمدن کے پیچیدہ مسائل کے لئے اس کا وجود بے کار ہے، اگر اس عقل پر بھروسہ کیا جائے، تو فلسفہ، منطق، سائنس اور عمرانی علوم کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے، کیونکہ ان سب علوم میں ہم محض حواس کے فراہم کردہ مواد سے کام نہیں لیتے ہیں، بلکہ اپنی قوت استدلال سے اس مواد کو دشوار تر نتائج تک پہونچنے کے لئے کام میں لاتے ہیں، اگر اس عقل کی رہنمائی کافی سمجھی جاتی، تو جماعت کا ہر فرد اعلیٰ سے اعلیٰ فرائض کی انجام دہی کا مساوی طور سے اہل قرار دیا جاتا، اور اس کے لئے عالم و جاہل عقلمند اور بے وقوف کی تفریق غیر ضروری سمجھی جاتی،

اگر ایسا نہیں ہے بلکہ عقل سے وہ ملکہ مراد ہے، جس کے ذریعہ انسان علت و معلول کا پیچ در پیچ سلسلہ قائم کرکے اشیاء کی ماہیت اور واقعات کے علل بعیدہ تک رسائی حاصل کرتا ہے،

اور صرف حواس کے فراہم کردہ مواد یا تجربہ پر اکتفا نہیں کرتا ہے، تو پھر یہ دعویٰ کرنے سے پہلے کہ عقل انسانی معاملات کے ہر گوشہ پر حاوی ہے، اور اس کی رہبری ہر طرح کے نقص سے پاک اور عیب سے بری ہے، ہمیں فکری اعمال اور عقلی استدلال کی اساس و بنیاد پر ایک نظر ڈال کر دیکھ لینا چاہئے کہ کہیں اس بنیاد میں تو کوئی نقص یا کمزوری ایسی نہیں رہگئی ہے جس کی وجہ سے اس پوری تعمیر کا استحکام مشکوک ہو جائے، اگر غور کیا جائے، تو ہمارے تمام فکری اعمال اور علمی موشگافیاں اس عقیدہ کی منت کش ہیں، کہ کائنات فطرت ایک عالم اسباب ہے، جہاں ہر واقعہ علت و معلول کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے، علت و معلول کا یہ تصور ہر علم کی اساس ہے، اور اگر کسی وجہ سے یہ اساس متزلزل ہو جائے تو ہمارے علم کی صداقت ہی سرے سے مشکوک ہو جاتی ہے، زندگی کے معمولی تجربات سے لیکر سائنس کی اعلیٰ سے اعلیٰ تحقیقات اور تمدنی علوم کے بڑے سے بڑے استدلال میں یہ مفروضہ بطور بنیاد کے صحیح تسلیم کر لیا جاتا ہے، کہ اشیاء کے خواص میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی ہے، اور کسی شے کے خواص اور اسکی تاثیر جو کچھ آج ہے پہلے بھی وہی تھی، اور آیندہ بھی رہے گی، دوسرے الفاظ میں کسی خاص علت کا ہمیشہ ایک ہی معلول ہوگا، آگ کی خاصیت ہے کہ وہ جلائے اور اس ایک علت سے ہمیشہ یہی معلول ظاہر ہوگا، اگر علت و معلول کا یہ لزوم اور خواص اشیاء کی ناتغیر پذیری کا یہ مفروضہ جو ہمارے استدلال کی جان اور عمل فکری کی روح ہے، کسی طرح غلط ثابت ہو جائے یا اسکی صداقت مشتبہ ہو جائے تو ہمارا علم بے بنیاد، ہمارے تجربات کی اصلیت مشکوک اور ہمارے اعمال و افکار کی اساس متزلزل ہو جاتی ہے،

لیکن جیسا کہ ہیوم نے اپنے رسالہ فہم انسانی میں ثابت کیا ہے کہ علت و معلول کے لزوم کا یہ تصور ہماری جبلت کا ایک کرشمہ ہے، اور عقل استدلالی کی نگاہ سے دیکھا جائے تو ایک نرا مفروضہ ہے، جس کی صداقت مشتبہ اور ناقص نظر آتی ہے، علت و معلول کا تصور پیدا کس طرح سے ہوتا ہے،

یہی نہ کہ جب ہم دو واقعات کو یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں، اور پھر متعدد مثالوں میں تجربہ کرتے ہیں، کہ ہمیشہ جب ایک واقعہ ظاہر ہوتا ہے، تو اُس کے بعد وہ دوسرا واقعہ ضرور پیش آتا ہے، جس کا تجربہ ہم نے اوّل بار کیا تھا، تو ہم اُن دو واقعات میں ایک ضروری ربط یا لزوم کا تصور پیدا ہو جاتا ہے، اور ہم پہلے واقعہ کو علت اور بعد کے واقعہ کو معلول قرار دے لیتے ہیں، اسکے بعد ہمارے دل میں یقین بھی پیدا ہو جاتا ہے، کہ آیندہ جب کبھی وہ ایک واقعہ ہوگا، تو دوسرا واقعہ ضرور ظاہر ہوگا، اس یقین تک ہم کس استدلال سے پہونچے ؟ کیا یہ نہیں ہو سکتا، کہ ہمارے گذشتہ تجربات کے باوجود آیندہ اِن دو واقعات میں کوئی لزوم نہ پایا جائے، اگر خالص عقل کی نگاہ سے دیکھا جائے، تو زیادہ سے زیادہ جو کچھ کہا جا سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ دو مخصوص واقعات گذشتہ زمانہ میں ہمیشہ ایک دوسرے کے بعد ظاہر ہوئے اور بس، یہ فرض کر لینے کے لئے ہمارے پاس کیا دلیل ہے، کہ آیندہ بھی ایسا ہی ہوگا جس وقت یہ واقعات اوّل مرتبہ ظہور پذیر ہوئے تھے، تو ہم ان کے درمیان کسی لازمی ربط کو نہیں معلوم کر سکے، پھر جب دو تین بار یا کئی ایک مرتبہ ایک واقعہ کے بعد دوسرا واقعہ پیش آیا تو ہم نے یہ خیال قائم کر لیا کہ ان دونوں میں ایک اندرونی ربط ہے، یہ خیال محض مثالوں کی کثرت سے پیدا ہوا، اگر ایک ہی مثال میں یہ دو واقعات یکے بعد دیگرے پیش آتے تو بڑی سے بڑی عقل اور اعلیٰ سے اعلیٰ ذہانت ان دونوں کے باہمی ربط کا تصور نہ پیدا کر سکتی، جب کئی ایک مثالوں میں ایک واقعہ کے بعد دوسرا واقعہ پیش آیا، تب ذہن نے علت و معلول کا تصور پیدا کیا، یہ مثالیں ہم نے گذشتہ تجربات سے حاصل کیں، لیکن مستقبل کا وسیع ترمیدان ابھی ہمارے سامنے ہے، اور بہت ممکن ہے، کہ جو مثالیں ہم نے گذشتہ تجربات سے جمع کی ہیں، ان کے برعکس مثالیں کئی گنا زیادہ تعداد میں مستقبل ہمارے لئے فراہم کر دے پھر اس تیقن کی کیا وجہ ہے کہ جو مثالیں ماضی نے تجربہ کو عطا کی ہیں، بالکل وہی مثالیں مستقبل بھی عطا کرے گا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علت و

معلول کے تصور تک انسانی ذہن کسی پیچیدہ استدلال یا فکری عمل کے ذریعہ نہیں پہونچتا ہے، بلکہ یہ اس کی عادت یا جبلت ہے جس کو عقل و استدلال کی کوئی قوت بدل نہیں سکتی ہے، بڑا سے بڑا فلسفی جب پہلی مرتبہ دو واقعات کو یکے بعد دیگرے ظہور پذیر ہوتے دیکھتا ہے، تو ان کے درمیان باہمی ربط کا تصور نہیں کر سکتا ہے، پھر جب وہ دوسری یا تیسری مرتبہ انھی دو واقعات کو یکے بعد دیگرے پیش آتا ہوا پاتا ہے، تو اوس کے ذہن میں اونکے باہمی ربط کا تصور اس پختگی کے ساتھ راسخ ہو جاتا ہے، کہ ان ہزاروں مثالوں کی بہ نسبت جو ابھی بطنِ مستقبل میں پوشیدہ ہیں، وہ بلا کسی استدلال اور بلا کسی شک و تذبذب کے یقین رکھتا ہے، کہ ہمیشہ جب ایک واقعہ ظاہر ہوگا، تو دوسرا بھی اسکے ساتھ ضرور ظاہر ہوگا، یہ کیا ہے استدلال کی کارفرمائی ہے یا عقل کی دانائی یا ان دونوں سے ماوریٰ فطرت کا کوئی ایسا اصول اور جبلت کا کوئی ایسا تقاضا ہے جس پر جاہل انسان سے لیکر عالم فلسفی اور پیغمبر سب مجبور ہیں جب یہ ثابت ہو گیا کہ علت و معلول کا تصور جو ہمارے فکری استدلال کی اساس و بنیاد ہے، عقل سے نہیں بلکہ جبلت سے پیدا ہوتا ہے، جو عقل سے ماوراء ایک جداگانہ قوت ہے، تو پھر عقل کی ہمہ گیری کا دعویٰ بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے، اور اسکی محدودیت کا قائل ہونا پڑتا ہے، جتنا زیادہ غور کیجئے، یہی معلوم ہوتا ہے، کہ اوّلیات اور اساسی تصورات کا ماخذ فکر و استدلال نہیں بلکہ انسان کے وجدانات ہیں اور حقیقت کی زمین کو فکر و تعقل کے آلات سے جتنا زیادہ گہرا کھودیے گا سطح کے چند پردوں کو ہٹا لینے کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا، کانٹ نے اس بارے میں جو استدلال پیش کیا ہے وہ اتنا مضبوط اور فیصلہ کن ہے، کہ اوس کے بعد عقل پرستوں کو سپر ڈالدینے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے، وہ کہتا ہے کہ ہمارا کوئی فکری عمل یا عقلی استدلال زمان و مکان کے تصور سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے لیکن خود زمان و مکان کا تخیل عقل سے نہیں پیدا ہوتا ہے، بلکہ وجدان سے، وہ بچہ کی مثال دیتا ہے، بچہ کو فاصلہ کا کوئی تصور نہیں ہوتا ہے تاہم وہ ناگوار اشیا سے اپنے اعضاء کو ہٹا لیتا ہے

اور خوشگوار اشیا، کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتا ہے، لہذا بغیر کسی تجربہ کے اسکو اس بات کا علم ہے کہ یہ چیزین اس کے سامنے یا ادھر اُدھر ہین، تمام تصورات سے پہلے آگے پیچھے دائین بائین یعنی مکان کا تصور اُس کے ذہن مین پایا جاتا ہے، وقت کے متعلق بھی یہی بات صحیح ہے، ہر قسم کے ادراک سے پہلے قبل اور بعد کا تصور بچے مین موجود ہوتا ہے، کیونکہ بغیر اسکے اوس کے تمام ادراکات مبہم بے ربط اور بے ترتیب ہوتے، ہم نے دیکھا کہ علت و معلول اور زمان و مکان کے تصورات جو علم و استدلال کے لئے بمنزلۂ اساس و بنیاد کے ہین، عقل کے نہین، بلکہ وجدانات اور جبلتون کے پیدا کردہ ہین، اس کے بعد اس دعوی کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے، کہ انسانی زندگی پر بس عقل ہی کی فرمانروائی ہے اور عقل ہی سے تمام پیچیدہ مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے، یہان پر ایک عقل پرست فوراً کہہ اٹھے گا، کہ تمدنی مسائل کو ان بنیادی تصورات سے کیا تعلق ہے، یہ ممکن ہو کہ ہمارے اساسی تصورات عقل و فہم کے حدود سے بالاتر ہون لیکن انسانی مسائل پھر بھی عقل کے دائرہ عمل مین رہتے ہین، جیسا کہ آگے ثابت کیا جائے گا، یہ مفروضہ بھی سراسر غلط ہے،

تمدن کا بنیادی مسئلہ کیا ہے، جتنا زیادہ غور کیجئے گا، معلوم ہوگا کہ زندگی کی ساری مشکلات اور تمدن کے جملہ مسائل جس ایک بنیادی مسئلہ کے گرد گردش کرتے ہین، وہ انسانون کے باہمی تعلقات کی صحیح بنیاد معلوم کرنے کا مسئلہ ہو، اگر یہ ایک مسئلہ حل ہو جائے، تو تمدن کے تمام دوسرے مسائل بڑی آسانی کے ساتھ حل کئے جا سکتے ہین، اور انسان کی فکری کاوشون کو سکون کا ایک آغوش میسر آ سکتا ہے، تمدنی اور عمرانی علوم کی ساری کوششون کا محور یہ معلوم کرنے کی جستجو ہے کہ انسانون کے اخلاقی تمدنی، معاشی اور معاشرتی تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہئے، اور ان تعلقات کی صحیح بنیاد کیا ہے، دنیا کے تمام انقلابات، زندگی کی ساری کشمکش اور تاریخ کی سب لڑائیان دراصل اسی نقطہ تک پہونچنے کی کوششین ہین، جہان جا کر انسانی تعلقات کی کوئی ایسی صحیح اور مستحکم بنیاد دریافت ہو جائے جو سارے

تنازعات کا خاتمہ کر دے،

اس مسئلہ کا حل طبعی علوم کے دائرۂ فکر سے خارج ہے، کیونکہ ان علوم کا موضوعِ فکر مادہ اور اسکے مختلف خواص و اشکال ہین، انسانی فطرت اور تمدن کے گوناگون مسائل کا ان علوم سے کوئی قریبی تعلق نہیں ہے، اگرچہ کبھی کبھی ان کی تحقیقات کی روشنی سے انسانی زندگی کے بعض گوشے جگمگا اٹھتے ہین، پھر بھی بحیثیت مجموعی ان علوم کے نتائجِ فکر انسانی زندگی کے لئے غیر موثر ہین، اوس کے بعد تمدنی اور عمرانی علوم کا درجہ ہے، اور یہی علوم ہین، جو انسان اور اسکی زندگی کے متنوع اور بوقلمون مسائل سے بحث کرتے ہین، لیکن یہان مشکل یہ آن پڑتی ہے، کہ اُن کے نتائج کی صداقت اتنی قابلِ اعتماد نہین ہو جتنی کہ علوم طبعی کے نتائج کی صداقت غیر مشکوک ہے، انسان کے متعلق کلیات و تعمیمات قائم کرنا اتنا ہی دشوار ہو جتنا مادہ کے لئے آسان ہے، مادی اشیاء کے خواص و عمل کو قوانین کی گرفت مین لایا جا سکتا ہے، مگر انسان کی پیچیدہ فطرت کسی تعمیم یا کلیہ کی متحمل نہیں ہے، جو ہمیشہ اور ہر حالت مین صحیح ثابت ہو، پھر انسان ایک آزاد ارادہ کا مالک ہے، جس کی وجہ سے اسکی فطرت ہر اوس قانون کو توڑ سکتی ہے، جو اوسکے افعال و محرکات کی نسبت مشاہدہ تجربہ یا قیاس سے وضع کیا جائے، اسی لئے ان علوم کے نتائج مین نہ تو وہ قطعیت ہو جو طبعی علوم کے نتائج مین پائی جاتی ہے، اور نہ ان نتائج کی صحت یقینی ہو، پھر یہ علوم مشاہدہ اور تجربہ کی ٹھوس بنیاد پر نہین قائم ہین، مادی اشیاء کو آپ دار التجربہ (معمل) مین رکھکر ان کی تحلیل کر سکتے ہین، دوسری اشیا سے ان کے تعامل کا جسقدر چاہے تجربہ کر سکتے ہین، ان کی حرکت، اُن کے افعال و خواص کے اندازہ کے لئے طرح طرح کے آلات ایجاد کر سکتے ہین، لیکن انسان زندگی سے معمور اور جذبات و حسیات کی لطافتون کا پیکر مجسم معمل کے تجربون کا شکار نہیں ہو سکتا اور نہ وہ کسی تحلیلی عمل کا بار اٹھا سکتا ہے، اوس کے اعمال و محرکات کسی حد تک مشاہدہ اور تجربہ کی گرفت مین آ سکتے ہین، لیکن اول تو مادہ کے برخلاف ان مشاہدات کے لئے عمرین درکار ہین، دوم اوسکی

پیچیدہ فطرت اور خارجی حالات مین تعامل کا ایسا غیر منقطع سلسلہ جاری ہے، جس کی وجہ سے یہ نہین کہا جا سکتا ہے، کہ اوس کے اعمال مین کہان تک اسکی اپنی فطرت اور کسی حد تک خارج کی قوتین کارفرما ہین، پھر اسکی اپنی فطرت بھی تبدیلی اور ارتقاء کے مراحل طے کر رہی ہے، اور اسکی اصل خواہ غیر متبدل ہو، لیکن اوسکے مظاہر و اشکال یقیناً بدلتے رہتے ہین، ایک اور دقت یہ ہے، کہ تمدنی علوم مین نتائج تک پہونچنے کے لئے خالص معروضی نقطۂ نظر اختیار کرنا تقریباً ناممکن ہے، کیسی ہی غیر جانبداری اور بے تعصبی کا دعوی کیا جائے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ نفس انسانی کے پوشیدہ میلانات مفکرین کی عقلی مزاج ماحول کی موثرات اور دیگر عوامل نتائج کی صحت کو مشکوک کر دیتے ہین، معاشرت و تمدن اور سیاست و معیشت سے متعلق ہمارے تمام عقیدے اور تصورات وقت کے تقاضے اور اجتماعی ضروریات کے تابع ہوتے ہین، اور انسانی ضروریات عقل و فکر کی کاوشون سے بے نیاز ہین، ایسی حالت مین تمدنی علوم مین صداقتِ فکر کی تلاش بے سود ہے، سیاسیات ہی کو لیجئے، طرزِ حکومت کا سوال ہمیشہ سے سیاسی مفکرین کی بحث و نظر کا موضوع رہا ہے، روم کے تمدن کے عروج اور کلیسائی اقتدار کے زمانہ تک سیاست دانون کی نظر مین عالمگیر سلطنت کا قیام انسانی شیرازہ بندی کا واحد ذریعہ تھا اور انسانی فلاح کی صورت انھین بس اسی مین نظر آتی تھی، کہ چھوٹی چھوٹی سلطنتون کو مٹا کر ایک عالمگیر سلطنت مین ضم کر دیا جائے، اس کے ثبوت مین ذہن کی جتنی قوتین صرف کی گئین، اور عقل نے جس قدر موشگافیان کین، وہ سب کی سب زمانہ کی ضروریات اور ماحول کے اقتضاء کا نتیجہ تھین، اسی سے ظاہر ہے کہ اس خالص عقلی مسئلہ مین غیر عقلی عناصر کی آمیزش کتنی زبردست تھی، پھر رومی تمدن کی تباہی اور کلیسا کے زوال کے بعد جو دور شروع ہوا، اس مین یہی عقلی کاوشین اور فکری اجتہادات جو عالمگیر سلطنت کی حمایت مین سینہ سپر تھے، قومی حکومتون کے قیام کے مددگار بن گئے، اسکی وجہ یہ تھی کہ انسانی ضروریات و حاجات مین تبدیلی رونما ہو چکی تھی، سیاسی زندگی کا نقشہ بگڑ چکا تھا، اور زمانہ کا اقتضاء افکار کو

اسی رُخ پر لئے جا رہا تھا۔

جب تمدنی اور عمرانی علوم میں انسانی عقل کا یہ حال ہے کہ وہ حالات و ضروریات کی تابع و محکوم ہے، اور ضروریاتِ انسانی کی تکمیل مین امداد کا ایک آلہ ہے، تو پھر عقل و فکر کی آزادی کا دعوی بے بنیاد اور اس کے نتائج کی صحت سراسر مشکوک ہے،

انیسوین صدی کا سب سے زیادہ معرکۃ الآراء علمی مسئلہ نظریۂ ارتقاء ہے، جس کے متعلق یہ دعوی کیا جاتا ہے، کہ ڈارون اور دیگر مفکرین نے اس کو ایک ناقابلِ تردید حقیقت بنا دیا ہے، اول تو اس علمی نظریہ کے جو ثبوت فراہم کئے گئے ہین، وہ نقائص اور کمزوریون سے بالکل بری نہیں ہین، مثلاً ارتقاء کے حامیون نے ادنی موجودات و حیوانات سے لیکر اعلیٰ تر انسانی وجود تک جو ارتقائی سلسلہ قائم کیا ہے، اُس مین بہت سے خلا ہین، جن کو قیاس کی ناکافی شہادت سے پُر کیا گیا ہے، ارتقاء کی مختلف کڑیان ایک دوسرے سے بالکل پیوست نہیں ہین، بلکہ کہین کہین غائب بھی ہین، حیوانات کے ارتقائی عمل مین ابھی تک بعض ایسے حیوانات کا پتہ نہیں چل سکا ہے، جن کے متعلق قیاس سے یہ کہا جاتا ہے، کہ وہ ایک ادنی تر نوع اور اس کے بعد کی اعلیٰ تر نوع کے درمیان وجود مین آئے اور اس طرح سے مٹ گئے، کہ ان کا نشان بھی ملنا اب مشکل ہے، دوم ارتقاء کے عوامل کی نسبت ڈارون اور بعض دوسرے فلسفیون کے درمیان گہرے اختلاف ہین، مثلاً ڈارون ارتقائی عمل کو بالکلیہ ماحول پر موقوف بتاتا ہے، اس کے برخلاف لامارک کے نزدیک عملِ ارتقاء مین فیصلہ کن عنصر خود کسی نوع کا ارادہ اور خواہش ہے، ان سب چیزون کے علاوہ مسئلہ ارتقاء سے جو اخلاقی اور معاشرتی نتائج اخذ کئے گئے ہین، ان پر غور کرنے سے معلوم ہوگا، کہ ان نتائج تک پہونچنے مین اجتماعی ضروریات اور قومی مزاج کو بڑا دخل تھا، نظریۂ ارتقاء نے تنازع للبقاء کے تصور کو پیدا کیا، چونکہ انیسوین صدی مین سرمایہ داری کا دور دورہ تھا، صنعتی ترقی کے سیلاب مین چھوٹے چھوٹے زمیندارون اور صناعون

کے پیر اکھڑے جارہے تھے، اور سرمایہ دار طبقہ اپنی مادی منفعت کی دھن مین اخلاقی پابندیون کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھا، اس نے تنازع للبقاء کے علمی نظریہ کو برأت کے ثبوت مین پیش کردیا، اور تمام عقلی دلیلون سے ثابت کردیا گیا، کہ سرمایہ داری کے مظالم مظالم نہیں بلکہ فطری ضروریات کے لازمی نتائج ہین، اور ان کے خلاف آواز بلند کرنا خود فطرت سے لڑائی مول لینا ہے، زندگی ایک کشمکش ہے جس مین کمزور کی خستہ حالی ایک یقینی امر ہے، اس کے لئے وہ کسی ہمدردی کا مستحق نہیں ہے، اسی طرح نظریۂ ارتقاء نے ان لوگون کے لئے جو اخلاقی پابندیون اور مذہبی قیود سے بیزار بیٹھے تھے، نجات کی ایک راہ کھولدی، اور یہ بات علی الاعلان کہی جانے لگی، کہ فطرت اور کائنات اپنی تخلیق کے لئے اپنے سے ماورا، اور کسی بالاتر قوت کی محتاج نہین ہے، کائنات کا نہ کوئی خالق ہے، اور نہ حیات بعد الممات اور جزا و سزا کی کوئی حقیقت ہے، غرضکہ اخلاق و تمدن اور معیشت و سیاست کے دائرہ مین جتنے علمی نظریات قائم کئے جاتے ہین، ان کے متعلق خواہ کتنا ہی دعوی کیا جائے، کہ وہ ہر قسم کے تعصب اور ہر طرح کی جانب داری سے پاک ہین، حقیقت یہ ہے کہ وہ نفس کی خواہشات و جذبات اور قومی یا جماعتی مزاج کے غیر عقلی عناصر سے آلودہ ہین، ان کی صحت دو پہلوؤن سے ناقابلِ اعتبار ہے، ایک یہ کہ وہ ناکافی مشاہدات و تجربات پر مبنی اور قطعیت سے خالی ہین، دوسرے یہ کہ ان مین مفکرین کے سابقہ تصورات اور ماحول و وقت کے ضروری مطالبات کا عنصر شامل ہے، جس کی موجودگی انکی صداقت کو مشتبہ کردیتی ہے، یہین سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ جب ہمارے فکری اعمال کی صحت اتنی مشکوک ہے، تو تمدن کا سب سے بڑا اور بنیادی مسئلہ (یعنی انسانی تعلقات کی حقیقی اور فطری بنیاد) جس کے حل پر دیگر تمام مسائل کے صحیح حل کا دارومدار ہے، کس طرح ایسی ناقابلِ اعتبار قوت کے سپرد کیا جاسکتا ہے،

بحث کا ایک اور پہلو جس پر غور کرنے سے گریز کیا جاتا ہے، یہ ہے کہ تمدنی اور عمرانی علوم صرف

انسانون کے باہمی تعلقات کی ابتدا، اور ان کی درجہ بدرجہ تبدیلیون کے متعلق معلومات کا مواد فراہم کرتے ہین، تاریخ ہمارے لئے قومون اور مملکتون کے تعلقات کا علم بہم پہنچاتی ہے، سیاسیات ہمین بتاتی ہے، کہ اجتماعی زندگی کی تنظیم کن بنیادون پر ہوتی رہی ہے، اور ریاست بحیثیت ایک ہمہ گیر ادارہ کے کن کن انقلابی تصورات سے گذر کر اپنی موجودہ حالت مین صورت پذیر ہوئی ہے، معاشیات سے ہمین معلوم ہوتا ہے، کہ انسان کے مادی اغراض کی تکمیل کس طرح ہوتی چلی آئی ہے، اور معاشی ضروریات نے انسانون کے تعلقات کو کیونکر متاثر کیا ہے، یہی حال دیگر تمدنی علوم کا ہے لیکن ان علوم کے فراہم کردہ مواد سے مدد لینے کے بعد بھی اصل سوال ویسا ہی حل طلب رہتا ہے، کیونکہ ہماری جستجو کا ماحصل یہ معلوم کرنا ہے، کہ انسانون کے باہمی تعلقات کی نوعیت و بنیاد کیا ہونی چاہئے، نہ یہ کہ اب تک کیا ہوتی آئی ہے، یہ صحیح ہے، کہ ان علوم کے دریافت کردہ حقائق اور تجربات کے اس وسیع ذخیرہ سے جو یہ ہمارے لئے فراہم کرتے ہین، ہمین حصول مقصد مین مدد ضرور ملتی ہے لیکن یہ کہنا تو یقیناً غلط ہے، کہ ان کے نتائجِ فکر اس بنیادی مسئلہ کا کوئی مکمل حل پیش کرتے ہین، اگر مستقبل بالکلیہ ماضی کا اعادہ ہوا کرتا، تو تمدنی اور عمرانی علوم کے پیش کردہ حقائق ہماری ہدایت کے لئے کافی ہوتے، لیکن ہمین معلوم ہے کہ مستقبل نامعلوم حالات و واقعات کا حامل ہوتا ہے، اور اکثر اوقات ماضی کے تمام تجربات کو یک لخت بے سود بنادیتا ہے، عمرانی علوم کے فراہم کردہ معلومات اصل مسئلہ کے حل تک رہنمائی ضرور کرتے ہین، لیکن اول تو ان کی رہنمائی پر پورا پورا اعتبار نہین کیا جاسکتا ہے، دویم رہنمائی کرنا اور منزل تک پہونچا دینا دونون ایک ہی چیزین نہین ہین، علم کی اس تنویر کے باوجود اس بنیادی مسئلہ کے تصفیہ کی منزل دور ہے، پھر مسئلہ کی نوعیت ایسی ہے، کہ انسانی زندگی کی فلاح و مسرت بالکلیہ اسی پر موقوف ہے، کہ یہ مسئلہ صحیح طور پر جلد سے جلد حل کردیا جائے، اس کے لئے عمرانی علوم کے طویل المدت مشاہدات کا انتظار نہین کیا جاسکتا ہے، اور اوس کے حل کو اس وقت تک

ملتوی نہیں کیا جاسکتا ہے جبتک تمدنی علوم اس مرتبۂ کمال تک نہ پہونچ جائیں، جہان انکے نتائج مین غلطی اور نقائص کی کم سے کم آمیزش ہو،

ہماری اس وقت تک کی بحث کا نتیجہ یہ نکلا، کہ تمدن کے بنیادی مسائل کو حل کرنے مین طبعی علوم کا کوئی حصہ نہیں کیونکہ ان کا موضوع فکر مادہ ہے نہ کہ انسان، اور نہ انھین ان مسائل کے حل کی ضرورت ہے، اب رہے تمدنی علوم تو اُن سے مذکورۂ بالا مسائل کے حل مین مدد تو ضرور ملتی ہے، لیکن ان کی مدد پر بالکلیہ اعتماد نہین کیا جاسکتا، کیونکہ ان کے نتائج میں غیر عقلی عناصر کی آمیزش ہوتی ہے، اور اگر اس کو نظرانداز بھی کردیا جائے تو یہ علوم قطعیت سے خالی ہین، خالص مشاہدہ اور تجربہ پر مبنی نہ ہونے کی وجہ سے اپنے نتائج کی نسبت یہ علوم یقین و اذعان کی کیفیت پیدا کرنے سے قاصر ہین،

حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو انسانی تعلقات کی صحیح بنیاد دریافت کرنے کا مسئلہ خود اپنے سے زیادہ بنیادی سوالات کے حل پر موقوف ہے، اور ان سوالات کا تعلق نہ تمدنی علوم سے ہے اور نہ طبعی علوم سے، یہ سوال کہ انسانون کے باہمی تعلقات کن بنیادون پر استوار کئے جائین، کہ دنیا زیادہ سے زیادہ امن و فارغ البالی کا مسکن بن جائے، اس علم پر موقوف ہے، کہ انسان کی صحیح فطرت کیا ہے، کائناتِ خلقت مین اس کا کیا مرتبہ اور حیثیت ہے، اور خود اس کائنات ارضی کی ابتدا کیا تھی، اور انتہا کیا ہوگی، نیز یہ کہ انسانی تخلیق کی غرض و غایت کیا ہے، ان سوالات کا جواب اگر کہین مل سکتا ہے تو فلسفہ مین، لیکن فلسفہ کی ابتدا سے لیکر آجتک ان سوالات کے متعلق کوئی تشفی بخش جواب نہین دیا جاسکا ہے، اور انسان کی ساری علمی اور فکری کاوشین اعتراف لاعلمی کی حدود سے آگے نہ بڑھ سکین بعض فلسفی تو یہ کہکر خاموش ہوگئے، کہ ان مسائل کے متعلق زیادہ سے زیادہ جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم کائنات کی کُنہ تک پہونچ ہی نہیں سکتے ہین، فلاسفہ کا ایک کثیر گروہ جسے تشکیکین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے صاف طور سے اس حقیقت کا اعلان

کرتا ہے کہ ان بنیادی سوالات کی نسبت انسانی عقل کوئی تصفیہ نہیں کرسکتی ہے، ان کے نزدیک عقل کی نگاہ حقیقت کی جلوہ نمائی کی تاب نہین لاسکتی ہے، ان مین سے بعض تو اس حد سے گذر کر یہ کہنے لگتے ہین کہ "ہم یہ بھی نہین جانتے ہین، کہ ہم نہیں جانتے ہین" یہ تشکیک کا درجۂ کمال ہے، لیکن تشکیک علمی حیثیت سے کتنی ہی حقیقت سے نزدیک ہو عملی زندگی کے لئے قطعاً بے سود ہے، واقعات و حوادث کا سیل اور زندگی کے اہم مسائل کا حل اس لئے نہیں رک سکتا ہے، کہ ہمارا علم محدود ہے، اور کائنات کی حقیقت تک پہونچنا ہمارے لئے ناممکن ہے، فطرت اپنے حقوق کی سب سے بڑی محافظ ہے، خواہ ہم اس امر کا تصفیہ کرین یا نہ کرین کہ کھانا کہان تک ہمارے لئے مفید ہے، یا زندہ رہنا کس حد تک ضروری ہے، ہمین کھانا کھانا ہی پڑے گا، اور زندگی کاٹنا ہی پڑے گی، خالی تشکیک سے نہ کبھی کام چلا ہے اور نہ چل سکتا ہے، ان بنیادی سوالات کے جوابات دینا ہی پڑتے ہین، ورنہ ہم زندگی کا ایک لمحہ بھی گذار نہیں سکتے ہین، کسی نہ کسی شکل مین شعوری طور سے یا غیر شعوری طور سے ہمین دو باتون مین سے ایک بات پر یقین کرنا ضروری ہے، یا تو ہم یہ سمجھتے ہین کہ زندگی ایک اتفاقی حادثہ ہے جس کا انجام عدم محض ہوگا، اور کائنات خلقت پر کسی ذی فہم ارادے کی حکمرانی نہیں ہے، یا ہمین یقین کرنا پڑتا ہے، کہ عالم کائنات کے جملہ مظاہر و حوادث ایک فعّال ارادے کی کرشمہ سازیان ہین، اور اس زندگی کا انجام ایک اعلیٰ تر اور وسیع تر زندگی کی ابتدا ہے یعنی یا تو ہم کائنات کی مقصدیت کے قائل ہون گے یا بے مقصدیت کے، کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی انکار کرے، کہ وہ ان دونون مین سے کسی پر بھی یقین نہیں رکھتا ہے، اور صرف لاعلمی پر قانع ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ان دونون عقیدون مین سے کسی ایک پر ضرور عامل ہے، کیونکہ زندگی کے تمام ضروری اقدامات اور اخلاق کے سارے اہم افعال کی تہ مین ان دونون مین سے کوئی ایک عقیدہ ضرور مخفی ہوتا ہے اور اخلاقی زندگی کی ساری کشمکش کائنات کے انھی دو نظریون کے تصادم کا نام ہے،

ہم دیکھ چکے ہین، کہ سائنس کو انسانی تمدن کے مسائل سے کوئی قریبی تعلق نہین ہے، جو علوم ان مسائل سے بحث کرتے ہین، ان مین قطعیت کا فقدان ہے، ان کے نتائج کی صحت مشکوک ہے، اور ان مین نفسی میلانات اور قومی مزاج کو بڑا دخل ہے، اور یہ عناصر صریحاً غیر عقلی ہین، اب رہا فلسفہ تو وہ ان مسائل کے متعلق آج تک کوئی متفقہ فیصلہ نہ کرسکا، اور اوس کے ماننے والون کا ایک بڑا گروہ حقیقت کی سراغرسانی کے امکان ہی سے منکر ہے، حالانکہ ان مسائل کا حل حقیقت ہی کے کسی نہ کسی مخصوص تصور پر موقوف ہے، پھر اب انسان کے لئے کیا باقی رہ جاتا ہے، بجز اس کے کہ وہ الہامی ہدایت کو قبول کرے، اور جہان تک بنیادی حقائق کا تعلق ہے، اپنے ذہن وعقل کو اس بھول بھلیان مین نہ پھنسنے دے،

واقعہ یہ ہے کہ جہان جہان انسانی عقل کو بار ملتا ہے، اختلافات کا دروازہ کھل جاتا ہے، سائنس اور علوم طبعی کے مسائل کو چھوڑ کر دنیا کا کوئی مسئلہ لیجئے، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ ہمیشہ سے مفکرین کے اختلافات کا آماجگاہ بنا ہوا ہے، کیونکہ عقل مشاہدات، تجربہ اور قیاس و استدلال سے کام لیتی ہے، اور ان سب مین غلطی کا قوی امکان رہتا ہے، یہ اختلاف اگر سطح کی نسبت ہوتا تو نہ صرف قابلِ برداشت بلکہ عین رحمت کا باعث ہوتا، ضمنی اور فروعی مسائل مین اختلافات سے نہ صرف یہ کہ کوئی برا نتیجہ برآمد نہیں ہوتا ہے، بلکہ عقلی زندگی کے لئے ایسے اختلافات کا رہنا ضروری ہے، لیکن یہی اختلافات جب بنیادی امور اور اساسی حقائق سے متعلق ہون تو سوسائٹی کا استحکام رخصت ہو جاتا ہے، اور انتشار و اضمحلال کے امکانات قوی ہو جاتے ہین، جس تمدن کے بنیادی مسائل مختلف فیہ ہون، اسکی عمر یقیناً بہت مختصر ہوگی، اب چونکہ تمدن کا بنیادی مسئلہ یعنی انسانی تعلقات کی صحیح بنیاد ایک ایسا مسئلہ ہے، جو اپنے حل کے لئے کائنات اور اوس کے مبدء و منتہا کی صحیح توجیہ کا محتاج ہے، اس لئے اس مسئلہ کو عقل کے سپرد نہین کیا جا سکتا ہے، کیونکہ عقل اختلافات

پیدا کرتی ہے، اور یہ مسئلہ ایسا ہے، جس مین ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف بھی گوارا نہین کیا جا سکتا ہے، کیونکہ تمدنی زندگی کے بنیادی مسائل مین اختلافات کا پیدا ہونا خود تمدن کے لئے مہلک ہے، ایک پائدار تمدن کے تمام بنیادی مسائل کا حل متفق علیہ ہونا چاہئے، اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کا تصفیہ انسانی ذہن پر نہ چھوڑا جائے، بلکہ ایک ایسی طاقت ان کا فیصلہ کرے، جس کے آگے قبولیت کی گردنین بے چون وچرا جھک جائین، اور کسی کو مجال انکار نہ ہو، اس مقصد کو صرف الہامی ہدایت ہی پورا کر سکتی ہے،

جسمانیات کی مثال سے اس حقیقت کا ایک مزید ثبوت حاصل ہوتا ہے، جسمانی افعال پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن افعال پر بقاے حیات کا دار و مدار ہے وہ انسانی عقل و فہم اور انسانی ارادہ واختیار کی رسائی سے ماوری ہین، اور جن افعال کو انسانی عقل وارادہ پر چھوڑ دیا گیا ہے، وہ بقاے حیات کے لئے ضروری نہیں ہین، ہم ہاتھ اسی وقت ہلاتے ہین، جب اسکی ضرورت سمجھتے ہین، پیرون کو اسی وقت حرکت دیتے ہین جب ہمارے خیال مین ایسا کرنا فائدہ مند ہوگا، اور ضروریات وحاجات کی تکمیل مین مدد دے گا، یہ افعال بالکلیہ ہماری فہم و عقل اور ہمارے ارادہ کے سپرد کر دیے گئے ہین، اور ہمین اختیار دیدیا گیا ہے، کہ جب چاہین ان کا صدور کرین اور جب چاہین نہ کرین، لیکن دل کی حرکت، خون کی روانی اور سانس کی آمد و شد، ہمارے ارادہ اور اختیار کی سرحد سے خارج ہین، یہ جسمانی اعمال بقاے حیات کے لئے اتنے ضروری اور اہم ہین، کہ ان کو ہماری عقل واستدلال کی ناقابلِ اعتماد قوتون پر نہین چھوڑا جا سکتا تھا، انسان سانس اس ارادہ سے نہین لیتا ہے، کہ ایسا نہ کریگا، تو اسکی زندگی قائم نہ رہ سکے گی، دل کی حرکت اوس کے قابو مین نہین ہے، کہ جب چاہے اُسے حرکت دے، اور جب چاہے نہ دے، ہمارے یہ جسمانی اعمال فکر واستدلال کے محتاج نہین ہین، اگر ان افعال کو انسان کی عقلی قوتون

کے سپرد کیا جاتا، تو ان قوتون کا بیشتر حصہ انہی افعال کے صدور مین صرف ہو جاتا، اور اسے اتنا وقت نہ ملتا کہ وہ اپنی ضروریات وحوائج کی تکمیل کر سکے، جب کسی وجہ سے نظام جسمانی مین کوئی خلل واقع ہو جاتا ہے، اور سانس کی آمد وشد یا دل کی حرکت مین کوئی خرابی پیدا ہو جاتی ہے، تو یہ اضطراری افعال ہماری توجہ اور فکر واستدلال کو پوری طرح اپنی جانب کھینچ لیتے ہین، اور ہم دنیا کا اور کوئی کام بمشکل انجام دے سکتے ہین، زندگی کے بیشتر اوقات ان ضروری افعال کے صدور مین صرف ہو جاتے ہین اور تمدنی زندگی کا کاروبار ملتوی سا ہو جاتا ہے، اگر فطرت اس چیز کا لحاظ نہ کرتی، اور ان جسمانی اعمال کو بھی دیگر اعمال کی طرح ہمارے فہم وارادہ کی صلاحیتون پر چھوڑ دیتی، تو زندگی کی ہماہمی، تمدن کی چہل پہل اور مدنیت وحضارت کے اشغال مین سے کوئی ایک چیز بھی نظر نہ آتی،

جب جسمانیات مین یہ حال ہے تو عقلیات مین اس امر کو فطرت نے بدرجۂ اولیٰ ملحوظ رکھا ہوگا، تمدن کے وہ اہم امور ومسائل جن پر عمرانی زندگی کے قیام وبقاء کا انحصار ہے، انسان کی فکری کاوشون کی نذر نہین کئے جا سکتے ہین، اگر انسان کا سارا وقت ان بنیادی مسائل کے طے کرنے مین صرف ہو جائے، اور ذہنی کوششون اور فکری اعمال کا بڑا حصہ اسی لڑائی جھگڑے مین گذر جائے، کہ سوسائٹی کی دیوار کن بنیادون پر چنی جائے، اخلاق کے اساسی اصول کیا ہون، اور سماجی زندگی کے معیار واقدار کس طرح متعین ہون، تو ایسا تمدن بمشکل اپنی زندگی برقرار رکھ سکتا ہے، کیونکہ افراد کی ذہنی قوتین انہی مسائل کے حل مین صرف ہو جائین گی، اور دوسرے نسبتۃً غیر اہم امور کے تصفیہ کے لئے وقت کہان سے آئیگا، اسکے بجائے اگر ایک اٹل اخلاقی نظام قائم کر دیا جائے، تمدن کے بنیادی اصول متفق علیہ ہون، اور سماجی زندگی کے اقدار ومعیار متعین ہون تو ایسے تمدن کے تحت زندگی بسر کرنے والے افراد اپنی طاقتون اور ذہن وفکر کی صلاحیتون کو دوسرے امور کی طرف موڑ سکین گے جنہین اختلافات کا پیدا ہونا نہ تو ممکن ہے، اور نہ کسی حیثیت سے مضرت رسان ہے بلکہ

ایک حد تک بالکل ضروری ہے، زندگی کی بنیادین استوار ہو جائین گی، اختلافات نہ اتنے گہرے ہونگے، اور نہ اتنے تباہ کن، کیونکہ اختلافات اسی وقت مخالفت اور تصادم کی شکل اختیار کرتے ہین، جب وہ کسی اہم اور ضروری مسئلہ سے متعلق ہون، چھوٹے چھوٹے معاملات مین وہ نہ تو دشمنی اور عداوت پیدا کرتے ہین اور نہ افراد کے لئے ناقابل برداشت ہوتے ہین، ان کی وجہ سے زندگی کی عام رفتار مین کوئی فرق نہین ظاہر ہوتا ہے، لیکن کسی بنیادی مسئلہ کی نسبت اختلافات پیدا ہونے دیجئے پھر دیکھئے نارواداری، نفرت بغض اور قتل وفساد کس طرح رونما ہوتے ہین، فرقے بن جاتے ہین، پارٹیان پیدا ہو جاتی ہین، اور اجتماعی زندگی کا شیرازہ بکھرنے لگتا ہے،

مغربی تمدن کی سب سے بڑی کمزوری یہی ہے کہ اس مین جزئیات سے لیکر اولیات وغایات اور اصول وبنیاد تک کوئی شے متفق علیہ نہین ہے، جزئیات کی حد تک تو اس سے کوئی خلل واقع نہین ہوتا، لیکن اصول ومقاصد پر اتفاق نہ ہونے کی وجہ سے اس تمدن مین آجتک استحکام نہ پیدا ہو سکا، اور سوسائٹی کی بنیاد کے متعلق کوئی گروہ دوسرے گروہ سے متفق نہ ہو سکا، ایسے سماج مین بڑے بڑے انقلابات کا پیدا ہونا ناگزیر ہے، یہی وجہ ہے کہ مغربی تمدن کی پیدائش سے آجتک اس تمدن کے تحت زندگی بسر کرنیوالے افراد ہیجان سے کبھی خالی نہین رہے، فرانس کے انقلاب نے بادشاہت اور "چند سری" حکومت کا تختہ الٹ دیا، اور جمہوریت کی بنیاد ڈالی، یہ انفرادیت کی کامل فتح تھی، فرد کی ضرورت سے زیادہ آزادی کی وجہ سے جمہوریت کے زیر پرستی سرمایہ داری نے سر اٹھایا، اور اپنے مظالم ومفاسد سے ایک دنیا کو تنگ کر دیا، جب اس انفرادیت اور اس کے مولود نامسعود کے خلاف ردعمل شروع ہوا تو اشتراکیت اور اشتمالیت کی دوسری انتہا نمودار ہوئی، اور روس مین زار کی حکومت کو ڈھا کر خون کی ندیون اور قتل وغارت کی ہولناکیون پر ایک نئی عمارت بنائی گئی، شخصی آزادی اور فرد کے حقوق پر یہ آخری ضرب تھی جو لگائی گئی، اسکے بعد جماعت نے فرد کے سب حقوق غصب کر لئے اور اوسکو مشین کا ایک پرزہ بنا کر مقام انسانیت سے گرا دیا جب

اس انتہا پسند تحریک نے متوسط طبقات کے اثر و اقتدار کو مٹانا چاہا، تو اوس کے خلاف فاسطیت کی وہ تحریک اٹھی جس کے سیلابِ آتش و آہن سے آج مادرِ گیتی کو غسلِ خونین دیا جا رہا ہے، اور علم وتہذیب کی ابلیسیت کو عالم آشکارا کیا جا رہا ہے، غرضکہ مغربی تمدن کے ہر دور مین یوروپین سوسائٹی ایک انتہا سے دوسری انتہا تک جھولتی رہی، اور کبھی عدل کے اُس نقطہ سے قریب تک نہ آسکی؛ جہان انسانیت کیلئے امن و عافیت اور سکون و ثبات ہو، یہان پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہی کہ انسانی زندگی مین سکون و ثبات کی توقع بیکار ہی، زندگی حرکت ہی اور حرکت انقلاب، اس بیان مین کچھ صحت ضرور ہے، یہ ہوسکتا ہی کہ ایک سوسائٹی چند مستحکم اخلاقی اصولون پر قائم ہو، اور انقلابات و تغیرات کا زبردست ہاتھ اُسکو اُس نقطہ سے ہٹا دے اور افراط و تفریط کی مختلف شکلین پیدا ہو جائین، لیکن یہ صورت نوعیت مین سابقہ صورت سے بالکل جدا ہے، یہان ایک واضح اور روشن نقطہ موجود ہی، چند مستحکم اخلاقی معیار متعین ہین، تمدنی زندگی کے بنیادی اصول ثابت و قائم ہین، جو کچھ ہوسکتا ہے، وہ اس نقطہ سے انحراف ہی، خواہ اس کا رُخ افراط کی طرف ہو یا تفریط کی جانب، سوسائٹی مین ایک گروہ ہمیشہ موجود رہتا ہی جو تمدن کو اُس نقطۂ عدل تک پھر کھینچ لاتا ہی، یا کم از کم اوسکے قریب لے آتا ہی، لیکن ایک ایسے تمدن مین جیسا کہ مغربی تمدن ہی، سرے سے کوئی بنیادی اصول معین نہین ہوتے ہین، جن پر رائے عامہ کا اتفاق ہو، نہ کوئی نقطۂ عدل ہی، جس کا واضح تصور افراد کے ذہن سے پیوست ہوسکے اور ان کو اس کوشش پر آمادہ کرے کہ تمدن کو پھر اُس نقطۂ عدل سے قریب لے آئین، یہان ہر شخص کو اختیار ہی کہ وہ زندگی کے جن اصولون پر چاہے عمل پیرا ہو، صرف شرط اتنی ہے، کہ وہ دوسرون کے کسی حق مین مزاحم نہ ہو، ایسے تمدن مین انقلابات کا نمودار ہونا، تصادم کا رونما ہونا، اور قتل و خونریزی کا پھیلنا قطعاً ناگزیر ہے،

(باقی)

بائبل قرآن اور حدیث مین

از

جناب مولوی محمد اویس صاحب ندوی نگرامی رفیق دار المصنفین

قرآن مجید نے دوسرے آسمانی صحیفون کے متعلق اپنا طرزِ عمل یہ رکھا ہی کہ اوّلاً ان کو صحیفۂ الٰہی تسلیم کیا ہے اور اپنے ماننے والون پر ان کا ماننا ضروری قرار دیا ہے، فرمایا:-

قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ	(اے مسلمانو!) تم کہو کہ ہم خدا پر اور جو کچھ
مَآ اُنْزِلَ اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ	ہماری طرف اتارا گیا اُسپر، اور جو کچھ ابراہیم
وَاِسْحَاقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ،	اور اسمٰعیل اور یعقوب اور خاندانِ یعقوب
وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ	کی طرف اتارا گیا، اس پر، اور جو کچھ موسیٰ
النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ،	وعیسیٰ کو دیا گیا اس پر، اور جو کچھ سب پیغمبرون
(بقرہ ۱۶)	کو ان کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا، ہم

[illegible]

اس کے بعد قرآن کا دعویٰ ہے کہ ان آسمانی صحیفون مین تبدیل و تحریف ہوئی ہے، اور وہ اپنی اصلی حالت پر باقی نہین رہے، ارشاد ہوا،

یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ	وہ لفظون کو اپنی (مناسب) جگہ سے
(مائدہ - ۶)	ہٹا دیتے ہین،
فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتَابَ	تو پھٹکار ہو ان پر جو اپنے ہاتھون سے

بِاَیْدِیْهِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ	کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں یہ خدا کی طرف
عِنْدِ اللّٰهِ، (بقرہ-۹)	سے ہے،

قرآن پاک نے تحریف و تبدیل کا راز فاش کرکے اکثر اسکی تردید و تصحیح بھی کی، مثلاً بائبل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ہے،

"اور اس کی جورؤں نے اس کے دل کو پھیرا، کیونکہ ایسا ہوا، کہ جب سلیمان بوڑھا ہوا تو اس کی جورؤں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کیا۔" (سلاطین باب ۱۱)

قرآن نے اسکی تردید کی، اور فرمایا :-

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ (بقرہ)	اور کفر نہیں کیا سلیمان نے،

بائبل اشارۃً کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طرزِ عمل اپنی ماں کے ساتھ اچھا نہ تھا، مرقس باب ۳ میں ہے،

"انھوں نے اس سے کہا کہ دیکھو تیری ماں اور تیرے بھائی باہر تجھے طلب کرتے ہیں، اس نے انھیں جواب دیا، کون ہے میری ماں یا میرے بھائی،؟"

قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہتا ہے،

وَبَرًّا بِوَالِدَتِي، (مریم)	اور سلوک کرنے والا اپنی ماں کے ساتھ،

تیسری بات قرآن یہ کہتا ہے کہ ان خداوندی نوشتوں میں جو صداقتیں اور صحیح تعلیمات تھیں، وہ قرآن میں بیان کردی گئی ہیں، قرآن ان سب کا امین اور شاہد ہے، ارشاد ہوا،

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا	اور ہم نے (اے محمد) تیری طرف سچائی
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا	کے ساتھ یہ کتاب اتاری ہے، جو اپنے

عَلَيْهِ (مائدہ ۷)	پہلے کی کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور اسپر شاہد خاص ہے۔
وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ (شعراء)	اور بے شبہہ یہ پہلے کی کتابوں میں مذکور ہے،

بعض آیات میں مضامین کی بھی صراحت کردی گئی ہے، کہ یہ چیزیں کتبِ سابقہ میں بیان ہو چکی ہیں، ارشاد ہوا،

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى	کیا اس کو خبر نہیں پہونچی اس کی جو ہے
وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰىٓ اَلَّا تَزِرُ	صحیفوں میں موسیٰ کے، اور ابراہیم کے،
وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى، الآیہ	جس نے کہ اپنا قول پورا اتارا، کہ اٹھاتا
(نجم)	نہیں کوئی بوجھ اٹھانیوالا بوجھ کسی دوسرے کا،
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ	بیشک بھلا ہوا اس کا جو سنورا، اور لیا
رَبِّهٖ فَصَلّٰى بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ	اوس نے نام اپنے رب کا، پھر نماز پڑھی،
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى	کوئی نہیں، تم بڑھاتے ہو دنیا کے جینے کو
اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى	اور پچھلا گھر بہتر ہے، اور باقی رہنے والا،
صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى،	یہ لکھا ہوا ہے پہلے صحیفوں میں ابراہیمؑ
(اعلیٰ)	موسیٰ کے صحیفوں میں،
وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ	اور ہم نے لکھدیا ہے، زبور میں نصیحت
بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا	کے بعد کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے
عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (انبیاء)	ہمارے صالح بندے!

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اتقان (النوع الخامس عشر) میں بعض وہ آیتیں نقل کی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ارشاد فرمایا ہے کہ فلاں آیت تورات

مین موجود تھی، مثلاً حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ یہ پوری سورہ صحفِ ابراہیم وموسیٰ مین ہے (حاکم) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے ارشاد فرمایا، کہ قرآن مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات آیت اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا مین بیان کی گئی ہین، انہین سے بعض تورات مین موجود ہین، (بخاری) کعب سے روایت ہے، کہ تورات کی ابتدا اس آیت سے تھی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ"

علامہ راغب مفردات میں قرآن کی وجہ تسمیہ بتلاتے ہین،

انما سُمّي قرآناً لكونه جمع ثمرات الكتب السابقة،	قرآن کو قرآن اسلئے کہتے ہین کہ وہ سابقہ کتابون کے مضامین کا جامع ہے۔

ان تصریحات سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی، کہ قرآن مین دوسرے خداوندی نوشتون کے صحیح مضامین پائے جاتے ہین، آج ہم بائبل اور قرآن کی بعض آیات کی باہمی تطبیق سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہین، کہ تحریف وتبدیل کے باوجود موجودہ بائبل بھی قرآن کے اس تیسرے دعویٰ کی پوری تصدیق کرتی ہے۔!

عقائد

۱- وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ، (ذاریات)	خدا کے ساتھ دوسرا معبود نہ بناؤ، (قرآن)

"میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہو، (خروج ۲۰)

۲- وان جاهداك على ان تشرك بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا، (لقمان)	اور اگر وہ دونون تجھ سے اڑین اس بات پر کہ شریک مان میرا، اس چیز کو جو تجھکو معلوم نہین، تو ان کا کہنا مت مان (قرآن)

"اگر تیرا بھائی جو تیری ماں کا بیٹا ہے، یا تیرا ہی بیٹا، یا تیری ہمکنار جورو، یا تیرا دوست جو تجھے تیری جان کے برابر عزیز ہو، تجھے پوشیدہ مین پھسلائے، اور کہے کہ آ، غیر معبودون کی بندگی کرین جن سے تو اور تیرے باپ دادا واقف نہین تھے، یعنی ان لوگون کے معبودون سے جو تمھارے گرداگرد تمھارے نزدیک یا تم سے دور زمین کے اس سرے سے اس سرے تک رہتے ہین تو تو اس سے موافق نہ ہونا، اور نہ اسکی بات ماننا۔"

(استثنا، ۱۳)

۳- وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ (مائدہ)	اور پوجنے کی لاٹ اور پانسے سب گندے کام ہین شیطان کے سو ان سے بچتے رہو (قرآن)

"تم اپنے لئے بتون کو یا کسی تراشی ہوئی مورت کو نہ بناؤ اور نہ پوجنے کی لاٹ کو کھڑا کرو، اور نہ اپنے لئے کوئی صورت دار، پتھر وار اپنے ملک مین قائم کرو کہ اسکے آگے سجدہ کرو!

(احبار ۲۶)

۴- جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُوْلِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (فاطر)	جس نے ٹھہرایا فرشتوں کو پیغام لانیوالے جنکے پر ہین، دو دو اور تین تین، چار چار، (قرآن)

"اسکے اس پاس اسرافیم کھڑے تھے جن مین سے ہر ایک کے چھ چھ پر تھے، (یسعیاہ ۶)

۵- وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ، (الحاقہ)

اور اگر یہ (نبی) بنا لاتا ہم پر کوئی بات تو ہم پکڑ لیتے اس کا داہنا ہاتھ، پھر کاٹ ڈالتے اس کی گردن،

(قرآن)

"لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے، کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا مین نے اس کو حکم نہین دیا، اور معبودون کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔"

(استثنار - ۱۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا:-

۶- وَرَافِعُكَ إِلَيَّ، (آل عمران)

اور تجھکو اٹھا لونگا اپنی طرف،

(قرآن)

"اور وہ یہ کہہ کے اُن کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھا یا گیا،"

(اعمال ۱)

۷- حدیث مین جنت کی نعمتون کا نقشہ ان الفاظ مین کھینچا گیا ہے:

قَالَ اللّٰهُ أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ،

خدا فرماتا ہے کہ مین نے اپنے نیک بندون کے لئے وہ مہیا کیا ہے جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سُنا، اور نہ کسی انسان کے دل مین اس کا خیال آیا،

(بخاری)

"خدا نے اپنے پیار کرنے والون کے لئے وہ چیزین تیار کی ہین، جو نہ آنکھون نے دیکھین

نہ کانون نے سنیں، اور نہ آدمی کے دل میں آئین،" (قرنتیون ۲)

اخلاق

۸- فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ، (بنی اسرائیل)

پس ان کو (ماں باپ) اف تک نہ کہو،

(قرآن)

"تم مین سے ہر ایک اپنی ماں اور باپ سے ڈرتا ہے،"

(احبار - ۱۹)

۹- فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ، (ضحیٰ)

یتیم کو مت دباؤ،

(قرآن)

"تم کسی بیوہ یا یتیم لڑکے کو مت دکھ دو،" (خروج ۲۲)

۱۰- وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ، (نور)

اور نہ زبردستی کرو اپنی چھوکریون پر بدکاری کے لئے،

(قرآن)

"تو اپنی بیٹی کو کسبی بنانے کے لئے بے حرمت مت کرو،" (احبار ۱۹)

۱۱- أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى (نجم)

اٹھاتا نہیں کوئی اٹھانے والا بوجھ کسی دوسرے کا،

(قرآن)

"ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے گا،" (پیدائش ۱۸)

۱۲- وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ، (رحمن)

اور سیدھی ترازو تولو، (قرآن)

"تو اپنے گھر مین مختلف پیمانے ایک بڑا ایک چھوٹا مت رکھیو

(استثنار ۲۵)

۱۳- اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ علیٰ صُورَتِہٖ — خدانے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا،

(بخاری) (حدیث)

"خدانے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے،" (پیدائش ۹)

اس حدیث کا مطلب یہ ہو کہ خدانے انسان مین اپنی صفاتِ کاملہ کا عکس جلوہ گر کیا ہے، اور اُن کے قبول کرنے کی صلاحیت عطا کی ہے!

۱۴- "صحیح مسلم مین ہے، کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا، اے ابن آدم میں بیمار پڑا، تو میری عیادت تونے نہ کی، وہ کہے گا اے میرے پروردگار، تو تو سارے جہان کا پروردگار تھا، مین تیری عیادت کیونکر کرتا، ؟ فرمائے گا، کیا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا بندہ بیمار ہوا، مگر تونے اس کی عیادت نہ کی، اگر کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا"

(حدیث)

"تب وہ بائین والون سے کہے گا، اے ملعونو، میرے سامنے سے اس ہمیشہ کی آگ مین جاؤ، جو شیطان اور اس کے فرشتون کیلئے تیار کی گئی ہے، کیونکہ مین بھوکا تھا، پر تم نے مجھے کھانے کو نہ دیا، پیاسا تھا، تم نے مجھے پانی نہ پلایا، پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں نہ اُتارا، ننگا تھا، تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا، بیمار اور قید تھا، تم نے میری خبر نہ لی، تب وہ بھی جواب میں اس سے کہین گے، اے خداوند کب ہم نے بھوکا یا پیاسا، یا پردیسی یا ننگا یا بیمار یا قیدی دیکھا، اور تیری خدمت نہ کی؟ تب وہ انھیں جواب میں کہے گا مین تم سے سچ کہتا ہون کہ جب تم نے میرے اِن سب چھوٹے بھائیوں مین سے ایک کے

ساتھ نہ کیا، تو میرے ساتھ بھی نہ کیا،"

(متی ۲۵)

فقہ

۱۵- اَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیر — یا بہتا ہوا خون، یا گوشت سور کا کہ وہ ناپاک ہے، (انعام) (قرآن)

"لیکن خبردار کہ لہو مت کھاؤ،" (استثنار ۱۳)

۱۶- اَوْ فِسْقًا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ — یا ناجائز ذبیحہ جس پر نام پکارا جائے، اللہ کے سوا کسی اور کا، (انعام)

(قرآن)

"سو اُن چیزون کے کھانے کی بابت جو بتوں پر قربان کی جاتی ہین، ہم جانتے ہین کہ بُت مطلق کوئی چیز دنیا مین نہین،" (اقرنتیون ۸)

۱۷- وَالْمُنْخَنِقَةُ، — اور (حرام ہوا تم پر) جو مر گیا ہو گلا گھٹنے سے، (مائدہ) (قرآن)

"تم بتون کو چڑھاوں اور گلا گھونٹی ہوئی چیزون اور حرام کاری سے پرہیز کرو،"

(اعمال ۱۵)

۱۸- لَا تَاْخُذُوا الرِّبٰوا، — تم لوگ سود نہ لو، (قرآن)

"اگر تو میرے لوگون مین سے جس کسی کو جو تیرے آگے محتاج ہے، کچھ قرض دے، تو اس سے مہاجنون کی طرح سلوک مت کر اور سود مت لے" (خروج ۲۳)

۱۹- الزَّانِي لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ — بدکار مرد نہین نکاح کرتا مگر عورت بدکار سے

مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ، (نور)

یا شرک والی سے، اور بدکار عورت سے نہیں نکاح کرتا، مگر بدکار مرد، یا مشرک ! (قرآن)

" وہ اُس عورت کو جو فاحشہ یا بے حرمت ہے، جورو نہ کرین ،"

(احبار، ب ۲۱)

وہ زانی اور زانیہ جو آزاد، عاقل، بالغ ہون، اور نکاح نہ کئے ہوئے ہون، یا نکاح کرنے کے بعد ہم بستر نہ ہو چکے ہون اُن کی سزا قرآن یہ تجویز کرتا ہے !

۲۰- الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ، (نور)

بدکاری کرنے والی عورت اور مرد، سو مارو ہر ایک کو دونوں میں سے سو، درے ! (قرآن)

"جو کوئی اس عورت سے جو لونڈی، اور کسی شخص کی منگیتر ہے، اور نہ فدیہ دی گئی ہے، اور نہ آزاد کی گئی ہے، ہم بستر ہو، ان کو کوڑے مارے جائین ،"

(احبار۔ ب 19)

۲۱- وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ، (مائدہ)

اور لکھ دیا ہم نے اُن پر اُس کتاب مین کہ جی کے بدلے جی، اور آنکھ کے بدلے آنکھ، اور ناک کے بدلے ناک، اور کان کے بدلے کان، اور دانت کے بدلے دانت، اور زخمون کا بدلہ ان کے برابر!

(قرآن)

"اور وہ جو انسان کو مار ڈالے گا، سو مار ڈالا جائے گا، اور جو کوئی حیوان کو مار ڈالیگا تو وہ اس کا عوض حیوان دے گا، اور اگر کوئی اپنے ہمسایے کو چوٹ لگائے، سو جیسا کرے گا، ویسا ہی پائے گا، توڑنے کے بدلے توڑنا، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، جیسا کوئی کسی کا نقصان کرے گا، ویسا ہی کیا جائے گا، !

(احبار- ۲۴) (باقی)

فلسفۂ مہارت

از

جناب معتضد ولی الرحمن صاحب ایم اے

(۲)

اوپر بیان ہوا ہی کہ مہارت کی تکمیل شعور کی رہنمائی مین اور اسکے حکم کے مطابق ہوتی ہی، لہذا ظاہر ہے کہ جب تک حرکی تطابقات شعور مین نہین آتے، اس وقت تک شعور رہنمائی نہین کر سکتا، لیکن عجیب بات یہ ہے، کہ ان تطابقات کی تفصیلات شعور مین نہین آتین، شعور مین صرف یہ بات آتی ہی، کہ نیا تطابق قائم ہو گیا، لیکن یہ بات کہ اس تطابق مین کون کون سے، کہان کہان کے اور کتنے عضلات شامل ہین، شعور سے باہر رہتی ہے، تلواریے یا کرکٹ کھیلنے والے سے دریافت کرو کہ فلان وار یا فلان حرکت کی جو تیاری تم نے کی تھی، وہ جسم کے کس مقام پر ہوئی تھی، اس مین کون کون سے عضلات شامل تھے، اور انضباط کی شکل کیا تھی، تو سوائے اس کے کہ وہ حیرت زدہ ہو کر تمھارا منہ تکے، اور کوئی جواب نہین دیسکتا، زائد سے زائد وہ کہے گا، کہ "مجھے صرف اتنا معلوم ہے، کہ میرا ہاتھ ایک خاص طریقہ سے ہلا، یا مین نے ایک خاص طرح سے اپنا بلا اٹھایا، لیکن یہ سب کس طرح سے ہوا، مجھے اسکا مطلق علم نہین" یہ بیان کرنے کی ضرورت ہی نہین، کہ اگرچہ ہم ان تفصیلات سے ناواقف رہتے ہین، تاہم انھی تفصیلات کی بدولت ہمارے انضباطات و تطابقات مین صحت پیدا ہوتی ہے، اس ظاہری استبعاد کی توجیہ نفسیات کا خاص کام ہونا چاہئے۔

ان صحیح تطابقات کو قائم کرنے کے لئے جو طریقہ ہم استعمال کرتے ہین، وہ اصطلاح مین طریقۂ سعی و خطا[۱] کہلاتا ہے، ایک مثال سے اس کی توضیح ہو گی، بندوقچی کی مثال پر غور کرو، وہ عضلات مین ایک ایسا انضباط پیدا کرنا چاہتا ہے، جس کی مدد سے ایک خاص نتیجہ حاصل ہو یعنی اس کی گولی ٹھیک ہدف پر بیٹھے، وہ ایک انضباط کو آزماتا ہے، اگر ناکام رہتا ہے، تو دوسرے انضباط کی اسی طرح آزمایش کرتا ہے، اگر اس مین کامیاب ہو جاتا ہے، تو مشق کے ذریعہ سے اس کو مستقل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور اگر پھر ناکام رہتا ہے، تو تیسرا انضباط قائم کرتا ہے، وقس علیٰ ہذا،[۲]

اب یہ بات کہ حرکی انضباطات کا صرف نقد نتیجہ ہمارے شعور مین آتا ہے، نہ کہ اس کی تفصیلات، ایک اور چھوٹے سے تجربہ سے بخوبی ثابت کیجا سکتی ہے، پستول ہاتھ مین لیکر ہدف کے سامنے کھڑے ہو جاؤ، ہدف کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد آنکھین بند کر لو، اور اگر گولی چلاؤ، اب آنکھ کھول کر دیکھو گے، تو تم کو خود تعجب ہو گا، کہ تمھارا نشانہ کس قدر صحیح تھا، لیکن اگر گولی نشانہ پر نہ بیٹھے، تو پھر یہی کرو، آخر ایک وقت ایسا آئے گا، کہ گولی عین نشانہ پر بیٹھے گی، ظاہر ہے کہ یہ کرتب اس وقت

---

[۱] پروفیسر فری من اس کو طریقۂ سعی و کامیابی کہتا ہے،

[۲] اس بیان سے مترشح ہوتا ہے، کہ مہارتی حرکات اندھا دھند طریقہ سے سیکھی جاتی ہین، اس مین سوچ بچار کو دخل نہین، مہارت کے متعلق یہ خیال عام ہے، لیکن ٹی ایچ پیئر (T. H. Pear) اس سے متفق نہین، افسوس کہ اس وقت ہم اس بحث مین شریک نہیں ہو سکتے، تفصیل کے لئے دیکھو اس کی کتاب (Skill in Work and Play) ص ۳۴ و مابعد، لیکن قابل غور بات یہ ہے، کہ پیئر بھی یہ کہنے پر مجبور ہے کہ "اکتساب مہارت کے اس اندھے طریقہ سے انکار بھی نفسیات کے اصول کے خلاف ہوگا کیونکہ اس کے متعلق ہمارا علم بہت تھوڑا ہی، یہ یقینی ہے کہ آج کل اسی اندھے طریقہ سے مہارت اکتساب کیجاتی ہی" (ص ۱۴) بہرحال یہ بحث بہت دلچسپ ہے، (مترجم)

تک نہیں ہو سکتا، جب تک کہ حرکی انضباط کے نقد نتائج صحت کے ساتھ تمھارے شعور میں نہ آئیں،

مختصراً اسی کو یون بیان کیا جا سکتا ہے، کہ مہارت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے، کہ ماہر شخص دوسرے شخص کو کسی طرح بھی نہیں سمجھا سکتا کہ صحیح حرکی انضباط کس طرح قائم کیا جا سکتا، گو وہ کرکے تو دکھا سکتا ہے، لیکن سمجھا نہیں سکتا، اس صحیح حرکی انضباط کو سیکھنے والے اسے بطور خود دریافت کرنا پڑتا ہے، وجہ ظاہر ہے جو یہ ہو کہ یہ تو خود سکھانے والے کو بھی معلوم نہیں کہ یہ انضباط کس طرح اور کہان قائم ہوتا ہے، اسی سبب سے کسی دوسرے شخص مین ایک خاص مہارت پیدا کرنے کیلئے پانچ گھنٹے کی تقریر سے بہتر یہ ہے کہ پانچ منٹ مین یہ حرکت کرکے دکھا دی جائے، اگر سمجھانا ہی پڑتا ہے، تو وہ ماہر اپنے شاگرد کو حرکی انضباط کا طریقہ نہیں سمجھاتا، بلکہ اس انضباط کا جو نتیجہ ہونے والا ہے، وہ بتاتا ہے، مثلاً ایک شخص کو ہم بلیرڈ کھیلنا سکھاتے ہین تو ہم کچھ باتین تو زبانی سمجھاتے ہین، اور کچھ کرکے دکھاتے ہین، ہم کہتے ہین "اپنے گیند کو اس اس جگہ مارو لیکن نہ تو بہت زور سے مارو، نہ بہت آہستہ، لیکن کوشش کرو کہ تمھارا گیند سُرخ گیند سے وہان جا کر ٹکرائے، جہان مین نے کھریا سے نشان بنایا ہے" ہمارا شاگرد کوشش کرتا ہے لیکن ناکام رہتا ہو، ہم سمجھاتے ہین، کہ یہ ناکامی اس بات کا نتیجہ ہے، کہ تم نے اپنے گیند کو بہت زور سے مارا، لہٰذا ہم اس سے پھر کوشش کرنے کو کہتے ہین، اس طرح ناکامیون کے بعد کوششون سے وہ ماہر ہو جاتا ہے، ہمارے لئے قابلِ ذکر بات یہ ہو کہ ان تمام کوششون مین سیکھنے والے کی توجہ حرکی انضباط کی طرف نہین، بلکہ اس انضباط سے پیدا ہونے والے نتیجون کی طرف رہی دلچسپ بات یہ ہے کہ اگر وہ نفس حرکی انضباط کی طرف توجہ کرتا ہے، تو صحیح حرکت کبھی صادر نہیں ہوتی، اب ظاہر ہو کہ چونکہ وہ حرکی انضباط کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا، لہٰذا وہ اس کو بیان بھی نہیں کر سکتا بعض اوقات تو وہ اس کے وجود ہی سے صاف انکار کر جاتا ہے،

(۴)

مہارت کے متعلق مندرجۂ بالا طول طویل بحث کا خلاصہ یہ ہو کہ

(الف) مہارتی حرکت خلقی اور موروثی آلے پر موقوف ہوتی ہے،

(ب) مہارتی حرکت اکتسابی ہوتی ہے، نہ کہ خلقی،

(ج) یہ صحت اور آسانی کے ساتھ اور فوراً صادر ہوتی ہے،

(د) اس کے صادر ہونے کے لئے جن حرکی انضباطات کی ضرورت ہوتی ہے، وہ شعور مین نہین آتے، اسی وجہ سے

(ہ) ان انضباطات کا بیان کرنا، یا ان کو کسی اور شخص کو سمجھانا دشوار ہوتا ہے،

(و) صحیح انضباطات سعی و خطا کے طریقہ سے قائم کئے جاتے ہین،[1]

لیکن اوپر ہم دیکھ چکے ہین، کہ بالکل یہی خصوصیات عادت مین بھی پائی جاتی ہین، اس سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ مہارت اور عادت مین بہت قریب کا تعلق ہے، چنانچہ پروفیسر ٹی، ایچ، پییر نے مہارت کی تعریف کی ہے، کہ "یہ جسمانی عادات کی تنظیم و تکمیل کا دوسرا نام ہے" اس لحاظ سے مہارت گویا مرکّب عادت ہے لیکن یہ تعریف صحیح نہین، اگر صرف مرکب ہونے ہی کو مہارت اور عادت کا مابہ الامتیاز مان لیا جائے تو پھر مہارت اور عادت مین فرق محال ہو جاتا ہے، ایک بائسکل چلانے والا شخص تو دور ہی سے موٹر آتی دیکھ کر سٹی پٹی بھول جاتا ہے، دوسرا شخص موٹرون کی دھکا پیل میں اس اطمینان سے بائیسکل چلاتا ہے، جیسے کہ خالی اور صاف سڑک پر، اور تیسرا سرکس میں بائیسکل چلانے کے کرتب دکھاتا ہے، ان تینون مین سے کس کو بائیسکل چلانے کا ماہر کہا جائیگا؟

---

[1] مہارت کا یہ سارا بیان پروفیسر لائڈ مارگن کی کتاب Comparative Psychology ۱۹۱ ص و ما بعد سے ماخوذ ہے، Skill in work and Play ص ۲۹،

ظاہر ہے کہ دوسرا شخص پہلے کے مقابلہ مین، اور تیسرا دوسرے کے مقابلہ مین زیادہ بڑا ماہر ہے، لیکن کیا ان کی مہارتون مین صرف ترکیب کے درجہ ہی کا، یا پیئر کی اصطلاح مین "جسمانی عادات کی تنظیم و تکمیل" ہی کا فرق ہے،؟ مرکب تو تینون ہی کی حرکات ہین، یا یون کہو کہ تینون کی مہارت مین "جسمانی عادات کی تنظیم و تکمیل" ہوئی ہے، پھر کیا سبب ہے، کہ تیسرے شخص کے مقابلہ میں پہلا شخص ماہر نہین کہلاتا،؟ ان تینون کی حرکات پر غور کیا جائے، تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ان تینون مین ایک طرف تو ترکیب کے درجہ کا فرق ہے، یعنی دوسرے کی حرکات پہلے کی حرکات کے مقابلہ مین، اور تیسری کی دوسرے کی بہ نسبت زیادہ مرکب ہین، ان مین بہت زیادہ "جسمانی عادات کی تنظیم و تکمیل" ہوئی ہے، لیکن اس کے ساتھ سب سے بڑا، اور ہمارے نزدیک بنیادی فرق مختلف حرکی انضباطات کے تطابق کی نزاکت کا ہے، چنانچہ تیسرے شخص کو جو ہم ماہر کہتے ہین، اس کی بنا یہی ہے، یہ شخص بائیسکل چلانے کی اتنی مختلف، اور ایسی نازک حرکات کرتا ہے کہ پہلا شخص نہیں کر سکتا، پہلے شخص کو مثلاً بائیسکل دیکر تار پر چڑھاؤ، اور دیکھو کہ وہ کتنی دور جا سکتا ہے، تیسرا شخص بڑے مزے سے گزوں چل دیتا ہے، اور نہ صرف چل لیتا ہے، بلکہ طرح طرح کی قلابازیان بھی کھاتا ہے، وغیرہ، یہان پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ تیسرے شخص نے یہ کمال کس طرح پیدا کیا،؟ ظاہر ہے کہ مشق سے، یعنی کامیاب حرکت کو دہرانے سے، دوسرے لفظون مین سعی و خطا کے طریقہ سے، ہم پہلے کہہ چکے ہین کہ یہ طریقہ عادت کا ہے، تو گویا مہارت عادت ہی، لیکن یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ہر عادت مہارت نہیں، پہلا بائیسکل چلانے والا، بائیسکل چلانے کا عادی ہے، لیکن ماہر نہین، اسکے مقابلہ مین تیسرا عادی بھی ہے، اور ماہر بھی، لہذا ہمارے نزدیک مہارت کی صحیح تر تعریف یہ ہے، کہ "یہ ترقی یافتہ عادت ہے، "ترقی یافتہ" کے مفہوم مین جسمانی عادات کی "تنظیم و تکمیل" کا درجہ اور اس تنظیم و تکمیل کی نزاکت دونون شامل سمجھے جانے چاہئین، اسی طرح "نزاکت" کے مفہوم مین (۱) موٹی موٹی حرکات کی

تنظیم کے علاوہ دقیق اور باریک حرکات کی تنظیم (۲) نئے تطابقات کو آنکھ جھپکنے مین پیدا کرنے کی قابلیت اور (۳) موٹے موٹے تطابقات کو بالعموم اور فوری تطابقات کو بالخصوص صحت کے ساتھ قائم کرنے کی اہلیت بھی داخل فرض کیجانی چاہئے، یہ کہنے کی غالباً ضرورت نہیں، کہ ہر شخص اپنی عادات کو اس درجہ تک ترقی نہین دیسکتا، یعنی ہر شخص ماہر نہین بن سکتا،

(۵)

اوپر ہم نے مہارت کی عام خصوصیات پر نظر ڈالی ہے، لیکن یہ تمام بیان جسمانی یا حرکی مہارت سے تعلق رکھتا ہے، ظاہر ہے کہ فلسفی یا ماہر کیمیا، حرکات کا ماہر نہین ہوتا، اس کی مہارت ذہنی یا عقلی ہوتی ہے، وہ ایک خاص علم کا ماہر ہوتا ہے، لہذا اب ہم کو علمی، ذہنی، یا عقلی مہارت پر غور کرنا ہے،

جسمانی یا حرکی مہارت کے متعلق جو کچھ کہا جا چکا ہے، اس کے بعد ذہنی یا عقلی مہارت کے متعلق بہت زیادہ کہنے کی ضرورت نہین، اس کی وجہ یہ ہے کہ مہارت کے قیام اور اسکی تکمیل کے اصول دونون صورتون مین بالکل ایک ہی ہوتے ہین، مہارت پیدا ہو جانے کے بعد نتیجے بھی ایک ہی مترتب ہوتے ہین، فرق ان دونون مین اس مواد کا ہوتا ہے، جس پر یہ اصول عمل کرتے ہین، پہلی صورت مین جن اصول کا عمل حرکات پر ہوتا ہی، دوسری صورت مین انہی کا عمل خیالات اور ذہنی اعمال پر ہوا کرتا ہی،

مہارت کو عادات کی تنظیم کہا گیا ہے، اس تعریف مین لفظ "عادت" محدود معنون مین استعمال ہوا ہے، یہ صرف جسمانی عادت کا مترادف ہے، لیکن عادت کی اصطلاح کا یہ مفہوم عرصہ ہوا کہ نفسیات مین متروک ہو چکا ہے، اب آج کل عادت کے لفظ کا اطلاق جس طرح اور جن معنون مین حرکات پر ہوتا ہے، اُسی طرح اور اُن ہی معنون مین ذہنی اعمال پر بھی ہوتا ہے، چنانچہ جس طرح خاص خاص حرکات کو دُہرانے سے وہ حرکات مستقل ہو جاتی ہین، یعنی عادت بن جاتی ہین، اور ان مین عادت کی تمام خصوصیات پیدا ہو جاتی ہین، بالکل اسی طرح خاص خاص ذہنی اعمال

کو دہرانے سے بھی وہ ذہنی اعمال عادت بن جاتے ہین، اور ان میں بھی وہی تمام خصوصیات پائی جانے لگ جاتی ہین، جو عام طور پر جسمانی عادت مین موجود فرض کیجاتی ہین یعنی یہ ذہنی اعمال بھی ذرا سے اشارے سے صحت، کامیابی، اور آسانی کے ساتھ فوراً پیدا ہو جاتے ہین "عادتِ فکر" ہی کا دوسرا نام ہے، فلسفی کے سامنے مادہ کا لفظ بولو تو اس کے ذہن مین فوراً خیالات کا ایک مخصوص سلسلہ پیدا ہو جاتا ہے، یہی لفظ طبعیات کے ماہر کے سامنے دہراؤ تو اسکے ذہن مین بھی اسی طرح فوراً خیالات کا ایک مختلف سلسلہ قائم ہو جاتا ہے، ان سلسلون کا یہ اختلاف ان کی ذہنی یا عقلی عادات کے اختلاف کا نتیجہ ہے، مختصر یہ کہ عادات کی ان دونون قسمون پر جس پہلو سے بھی غور کیا جائے، نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ان دونون میں کوئی فرق نہین، فرق اگر کوئی بیان کیا جاسکتا ہے، تو صرف یہ کہ جسمانی عادات کا اظہار حرکات کی صورت مین ہوتا ہے، اور ذہنی عادات کا اس طرح اظہار نہیں ہوتا، گو ہو سکتا ہے کہ یہ بالواسطہ طور پر حرکات کی صورت میں ظاہر ہو جائین، مثلاً اس حالت مین جب ہم اپنے غور و فکر کے نتیجہ کو ہاتھ کی حرکات کے ذریعہ سے، یعنی لکھ کر بیان کرنے کی کوشش کرین، لیکن یہان یہ حرکات مقصود بالذات نہین ہوتین، جیسا کہ جسمانی عادات مین ہوا کرتی ہین، فعلیاتی حیثیت سے بھی اُن کی یہ مشابہت اتنی ہی مکمل ہے،

جسمانی اور ذہنی عادت کی اس کلّی مشابہت کو سمجھ لینے کے بعد اب اس بات کو سمجھنے مین دقت نہ ہونی چاہیے، کہ جسمانی مہارت اور عقلی یا ذہنی مہارت مین سوائے نام اور ظاہری شکل وصورت کے اور کوئی فرق نہین، دوسرے لفظون مین ذہنی یا عقلی مہارت کے لئے بھی ضروری ہے، کہ ماہرین مین نئے نئے اور نازک ذہنی تطابقات صحت اور آسانی کے ساتھ اور فوراً قائم کرنے کی قابلیت ہو، حالات مین تبدیلی کے ساتھ ساتھ، اور نئے حالات کے مطابق، ذہنی تطابقات قائم کرسکتے ہون، حریف پر وار کرنے اور اوس کے غیر متوقع وار کا فوراً جواب دینے کیلئے ہر وقت

تیار رہ سکتے ہون، اور ایک ہی نظر مین کسی بات یا واقعہ کی تہ تک پہنچ سکتے ہون، مختصر یہ کہ جو خصوصیات حرکات کے ماہرین مین، حرکات کے تعلق سے ہوتی ہین، وہی تمام خصوصیات عقلی ماہرین مین عقلی اعمال کے تعلق سے ہونی چاہئین، اگر ان دونون خصوصیات مین فرق واقع ہوگا، تو حرکی اعمال اور عقلی اعمال کے فرق کا نتیجہ ہوگا۔

ایک صاحب ایک بنوٹ باز کے سامنے ایک دوسرے بنوٹ باز کی تعریف کر رہے تھے، کہ اگر اس کے ہاتھ مین ایک پنسل دیدی جائے، تو وہ دشمن کے ہر وار کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرسکتا ہے، یہ سُن کر پہلا بنوٹ باز ہنسا، اور کہنے لگا، "تو اسکو صرف اپنی حفاظت کرنی آتی ہے، دوسرے پر حملہ کرنا نہین آتا،" مطلب اس کا یہ تھا کہ اصلی ماہر وہ ہے جو نہ صرف اپنی حفاظت کرسکے، بلکہ دوسرون پر حملہ بھی کرسکے، اس سے مہارت کی ہمہ گیری کا اندازہ ہو سکتا ہے، بعینہٖ یہی حال عقلی مہارت کا ہے، اس کے لئے بھی صرف یہی کافی نہین کہ اس کی بنا پر ماہر اورون کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دے سکے بلکہ اس مین دوسرون پر ناقابلِ جواب اعتراض کرنے کی قابلیت بھی ہونی چاہئے،

مختصر یہ کہ عقلی مہارت کی توضیح کے لئے حرکی مہارت کے بیان پر کسی مزید اضافہ کی ضرورت نہین، ضرورت ہے تو صرف اس کی کہ حرکت اور عقل کے فرق کو ملحوظ رکھا جائے، اور اسی فرق کے مطابق حرکی مہارت کے اصول وقوانین کا اطلاق عقلی مہارت پر کیا جائے،

(۶)

مہارت جسمانی اور عقلی کے متعلق جو کچھ اوپر کہا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا ہوگا، کہ ہر ماہر ایک بہت وسیع میدان کے صرف ایک چھوٹے سے حصہ کو اپنے لئے مخصوص کر لیتا ہے، وہ بقول انگریزون کے [illegible] ہوتا ہے، چنانچہ بنوٹ باز بازوؤن کی ایک خاص حرکت کا ماہر ہوتا ہے، اور کرکٹ کھیلنے والا انہی بازوؤن کی دوسری قسم کی حرکت کا، بنوٹ باز کرکٹ نہین کھیل سکتا، اور کرکٹ کھیلنے والا بنوٹ بازی نہین کرسکتا، اگر کوئی بنوٹ باز کرکٹ کھیلتا ہے، تو ظاہر ہے کہ کرکٹ کھیلنے مین اسکے بازوؤن

کی وہ حرکات نہین ہوتین، جو نبوٹ بازی مین ہوتی ہین یہی حال کرکٹ کھیلنے والے کا بنوٹ بازی کے وقت ہوتاہے، عقل کا استعمال فلسفی بھی کرتا ہے، اور مورخ بھی، لیکن سب جانتے ہیں، کہ ان دونون کے استعمال مین فرق ہوتاہے، یعنی فلسفی اور مورخ اپنے لئے ایک چھوٹا سا میدان تحقیق اور استدلال کے لئے انتخاب کرلیتے ہین، پھر ہر فلسفی پورے کے پورے فلسفہ کا ماہر نہین ہوتا، کوئی منطق کا ماہر ہوتاہے، تو کوئی نفسیات کا، وقس علی ہذا، یہی حال ہر علم اور ہر فن کا ہے، اس تخصیص کا نتیجہ ظاہر ہے، کہ یہ ہوتاہے کہ مہارت کا دائرہ عمل تنگ تر ہوتا جاتا ہے، لیکن اس کے ساتھ دوسرا اثر یہ ہوتاہے کہ اس تنگ تر دائرے مین ماہر ایسے ایسے نئے نئے اور نازک نازک تطابقات قائم کرسکتے ہین، کہ دوسرون کے ذہن مین بھی نہین آتے، مادی یا ذہنی دنیا کے خفیف سے خفیف اور معمولی سے معمولی تغیرات ان ماہرین مین عظیم الشان انقلابات پیدا کرتے ہین، ان ماہرین کے ان عظیم الشان انقلابات سے پھر مادی یا ذہنی دنیا کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے، یہ نئی مادی یا ذہنی دنیا ماہرین مین مزید انقلابات پیدا کرتی ہے، غرض یہ چکر اسی طرح چلتا رہتا ہے، اسی چکر کا نام علم یا فن کی ترقی ہے، چونکہ یہ چکر کسی حالت مین بھی ختم نہین ہو سکتا، لہذا کہا جاتا ہے، کہ کوئی علم یا فن کسی وقت بھی مکمل نہین ہو سکتا، نیوٹن نے سیب گرتا دیکھا، اور واٹس نے بھاپ کے زور سے ہانڈی کے ڈھکنے کو اٹھتا دیکھا، ان معمولی مشاہدون سے ایک طرف تو طبعیات، ریاضی، فلکیات اور فلسفہ وغیرہ کا حلیہ بدل گیا، اور دوسری طرف میکانکیات نے دوسری صورت اختیار کرلی، پھر یہ معاملہ یہین ختم نہین ہوگیا، چنانچہ سب جانتے ہین، کہ آئن سٹائن کی ریاضی اور طبعیات نیوٹن کی ریاضی اور طبعیات سے بہت آگے نکل چکی ہے، اور آج کل کے ریلوے انجنون کے سامنے واٹس کا ریلوے انجن کھلونے سے بھی بدتر ہے، نہایت اطمینان اور وثوق کیساتھ کہا جاسکتا ہو کہ کبھی دن ایسے آئین گے کہ آئن شٹائن کی ریاضی اور نئے ریلوے انجن بھی اسی طرح پیچھے رہجائین گے، اور ان کی جگہ نئی نئی باتین اور چیزین لے لین گی،

سلسلۂ کلام مین ہم کہان سے کہان پہونچ گئے، ہم دیکھنا یہ چاہتے تھے، کہ ماہرین کی مہارت یا ان کی تخصیص کا ان کی زندگیون پر کیا اثر پڑتا ہے،

ابھی کہا گیا ہے کہ ہر ماہر ایک وسیع میدان کے بہت چھوٹے سے حصہ کو اپنے لئے مخصوص کرلیتا ہے، اصطلاحی زبان مین کہا جائے گا کہ وہ ایک خاص قسم کے ہیجات کے لئے بہت زیادہ اثر پذیر بن جاتا ہے، اور اس طرح اس مین مخصوص قسم کے ہیجانات پیدا ہو جاتے ہین، اس کی مہارت جس قدر ترقی کرتی جاتی ہے، اسی قدر زیادہ حساس وہ اُن خاص ہیجات کے لئے ہو جاتا ہے، اور اُسی قدر شدت اُس کے ان مخصوص قسم کے ہیجانات مین پیدا ہو جاتی ہے، نتیجہ اس کا یہ ہونا ہی چاہئے، کہ اس کا دماغ (یا عقل) کے مختلف حصون کی ترقی متوازن اور متوازی نہین رہتی یعنی ایک حصہ تو بہت زیادہ ترقی پاجاتا ہے، اور باقی ماندہ حصے اتنے ہی کم ترقی پاتے ہین دوسرے لفظون مین جس قدر زیادہ حساس وہ ایک خاص قسم کے ہیجات کے لئے ہوتا جاتا ہے، اتنا ہی بے کار وہ اور ہیجات کے لئے ہو جاتا ہو جب یہ دوسرے ہیجات اس پر اثر کرتے ہین، تو اس کے مخصوص ہیجانات مین رنگ کراسی طرح جس قدر زیادہ شدید اس کے مخصوص ہیجانات ہوتے چلے جاتے ہین، اتنے ہی کمزور باقی ماندہ ہیجانات ہو جاتے ہین، اس طرح ماہر کی زندگی مین وسعت کی تو تنگی ہوتی جاتی ہے لیکن گہرائی مین اضافہ ہوتا جاتا ہے، علم، فن، یا حرکت، کے جس مخصوص حصے کا وہ ماہر ہے اس مین تو وہ اتنا بڑا صاحب کمال ہو جاتا ہے کہ جوہر فرد بنجاتا ہے، لیکن اس خاص حصہ سے جس قدر دور وہ ہٹتا جاتا ہے، اسی قدر زیادہ اُس کی بے بسی اور بے کاری ہوتی جاتی ہے، ان حصون مین اسکی ہر حرکت ناکامی کی طرف لیجاتی ہے، اس کی ہر بات اَن مِل اور بے جوڑ ہوتی ہو، اس کا ہر عقیدہ نکما ہوتا ہے، مختصر یہ کہ ان حصون مین وہ "دیوانہ" بن جاتا ہے، لیکن جس وجہ سے وہ ان حصون مین دیوانہ بنتا ہے، بالکل اسی وجہ سے علم یا فن کے اپنے مخصوص حصون مین اُس کی

فرزانگی اورون کو دیوانہ بناتی ہے، فلسفی کھانا کھانا بھول سکتا ہے، آرام کرنا بھول سکتا ہے، اپنا نام بھول سکتا ہے، راستہ بھول سکتا ہے، غرض ہر بڑی یا چھوٹی بات بھول جا سکتا ہے لیکن فلسفہ کی چھوٹی سی چھوٹی بات بھی نہین بھول سکتا، سیاسیات پر اسکے خیالات مضحکہ خیز ہون تو ہون لیکن فلسفہ مین اس کا ہر لفظ آیت و حدیث ہوتا ہے، وہ اپنی اس چھوٹی سی دنیا مین اس بُری طرح مقید ہوتا ہے، کہ جب وہ باہر کی دنیا مین قدم رکھنے کی کوشش کرتا ہے، تو اس کی سمجھ مین نہین آتا، کہ کیا کرے، اور کہان جائے، اس کی حالت اس پرندے کی سی ہوتی ہے، جو عمر بھر پنجرے مین رہنے کے بعد ایک دم آزاد کر دیا جاتا ہو، یہ پرندہ قید کی وجہ سے طاقتِ پرواز کھو بیٹھتا ہے، لہذا اسکی یہ آزادی اکثر اوقات اس کی موت کا پیغام بن جاتی ہے، ماہرین بھی اگر اپنی دنیا سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہین، تو بعض صورتون مین حقیقۃً اور اکثر صورتون مین استعارۃً موت کے منہ مین پہونچ جاتے ہین، اُن کی ماہرانہ زندگی کے دوران مین اتنے پردے اُن کی آنکھون پر پڑ جاتے ہین، کہ دوسری دنیا مین آکر اُن کی آنکھین چوندھیانے لگ جاتی ہین، لہذا یہ قدم قدم پر ٹھوکرین کھاتے ہین، مختصر یہ کہ ماہر اپنی مخصوص چھوٹی سی دنیا کے علاوہ ہر دنیا کے لئے بے کار ہو جاتا ہے، اس از کار رفتگی، دیوانگی، ماحول کے ساتھ عدم مطابقت اور مضحکہ خیزی کو فلسفیون اور منطقیون کے لئے مخصوص کرنا سخت ترین ناانصافی اور ظلم ہے، لہذا یہ کہنے اور سمجھنے کے بجائے کہ فلسفی "دیوانے" ہوتے ہین، یہ کہنا اور سمجھنا چاہئے کہ ہر ماہر "دیوانہ" ہوتا ہے، یہ ماہر فلسفی ہو یا لوہار،

اپنی دنیا سے باہر ماہرون کی ناکامی کو ہم نے اس بات کا نتیجہ کہا ہے، کہ وہ ماہر ہوتے ہین، ماہرون کے مرض کی یہ تشخیص ایسی ہی ہے، جیسے یہ کہہ دیا کہ پانی مین بھیگنے سے زکام ہو جاتا ہو، سوال یہ ہو کہ پانی مین بھیگنے سے تمام جسم مین، یا جسم کے ایک مخصوص حصہ مین کیا کیا تغیرات ہوتے ہین جن کا نتیجہ زکام کی صورت مین ہمارے سامنے آتا ہے، اسی طرح عام شکل مین تو یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہو

کہ ماہر ہو جانے سے ایک شخص "بے کار" ہو جاتا ہے، لیکن سوال یہ ہو کہ مہارت سے کیا کیا ذہنی تغیرات پیدا ہو جاتے ہین، جو "بے کاری" کا باعث ہوتے ہین، گذشتہ اوراق مین ہم اس تفصیل مین نہین پڑے، اسلئے کہ ہم کو اسکی ضرورت نہ تھی، یہی تفصیل اس رسالہ کا موضوع ہے، پروفیسر ہرتز برگ نے یہ واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہو، کہ مہارت سے ایک خاص قسم کی دلچسپی پیدا ہوتی ہے، یہ دلچسپی اس قدر شدید ہوتی ہے کہ اور دلچسپیان رُک جاتی ہین، اور دوسری طرف اس شدید دلچسپی کی وجہ سے خاص قسم کے شدید ہیجانات پیدا ہوتے ہین، لہذا باقی اور تمام ہیجانات کمزور پڑ جاتے ہین، دوسرے لفظون مین مہارت سے جو ذہنی تغیرات پیدا ہوتے ہین، اور ان تغیرات کا جو جو اثر ماہر کی زندگی پر پڑتا ہے، اس کو پروفیسر موصوف نے خوب کھول کر اور بہت دلنشین طریقہ سے بیان کیا ہے، انھون نے اپنی کتاب کا نام تو رکھا ہے "نفسیاتِ فلاسفہ" لیکن جو تحلیل انھون نے فلسفیون کی نفسیات کی کی ہے، اور اس تحلیل سے جن نتیجون پر وہ پہونچے ہین، اُن کا اطلاق نہایت آسانی اور صحت کے ساتھ اور ماہرین کی نفسیات پر بھی ہو سکتا ہے، بہرحال اس رسالہ مین انھون نے جو کچھ لکھا ہے، وہ فلسفیون کے متعلق لکھا ہے، اس طرح ایک فلسفی نے یہ اعتراف کر کے کہ تمام فلسفی "دیوانے" ہوتے ہین، فلسفیون کے متعلق عام خیال کی نہایت مدلل اور سائنٹفک تصدیق کر دی ہے، لیکن مہارت اور ماہر کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے، اس کے بعد یہ کہنے کی غالباً ضرورت نہین، کہ پروفیسر ہرتز برگ کی موجودہ تحقیق سے دیگر ماہرین مستثنیٰ نہین ہو جاتے![1]

---

[1] مین نے پروفیسر ہرتز برگ کی کتاب دی سائیکالوجی آف فلاسفرز کا اردو مین ترجمہ کیا ہے، مندرجہ بالا مضمون اس ترجمہ کا مقدمہ ہے، یہ ترجمہ کتابی شکل مین عنقریب شائع ہو گا، انشاء اللہ تعالیٰ،

(المعتضد)

فارسی ادبی مناظرون کے چند رسائل

از

مولنا سید ابوظفر صاحب ندوی ریسرچ اسکالر گجرات سوسائٹی احمد آباد

ان دنون چند دلچسپ رسالے ہاتھ آئے ہین، ان کا تذکرہ اہل علم کی دلچسپی کا باعث ہوگا،

۱۔ تحقیق السداد فی منزلۃ آزاد مؤلفہ محمد صدیق سخنور بن قاضی محمد احسان اللہ عثمانی بلگرامی، یہ وہی رسالہ ہے جس کا ذکر صمدنی صاحب[1] نے معارف مین ایک دفعہ کیا تھا، سرو آزاد اور مآثر الکرام مصنفہ آزاد بلگرامی پر متعدد اعتراضات کئے ہین، اور بہ خیال خود انکی غلطیون کی تصیح بھی کی ہے، سنہ ۱۱۹۶ کی تصنیف ہے صفحات ۱۵ تقطیع کلان، خط نستعلیق، ابتدا "الحمد للہ الذی نبہ عن نوم الغافلین آخر" بکحل اہل بصر وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین،

۲۔ اس کا جواب سنہ ۱۲۰۱ھ مین میر عبد القادر سمرقندی دہلوی نے دیا ہے، اس کا نام "تادیب الزندیق فی تکذیب الصدیق" ہے، تقطیع کلان خط نستعلیق صفحات ۵۰، کاغذ دونون کا احمد آبادی ہے، مجھے یاد نہیں ہے، کہ صمدنی صاحب نے اس رسالہ کا بھی ذکر کیا ہو یا نہیں، ابتدا "سپاس ایزدی کہ از ہمہ عیبہا مبرا است" انتہا، "و فردائے قیامت بر کردار خود شرمندگی نکشد والسلام علی من اتبع الہدی" کاتب کا نام نہیں ہے، مگر یہ لکھا ہے کہ سنہ ۱۲۵۹ھ میں اسکی نقل ختم ہوئی،

[1] مولوی سید مقبول احمد صاحب صمدنی (الہ آباد)

۳۔ سراج الدین علی خان آرزو کا ایک رسالہ ہے، اس رسالہ کا نام کہین نہین ملا، مین نے اس کا نام رکھا ہے، "تنقید بر کلام حزین" حجم ۴۴ صفحات تقطیع کلان، خط نستعلیق، کاغذ احمد آبادی، منقولہ سنہ ۱۲۵۹ کیونکہ ماقبل کی کتابونکا اور اسکا خط ایک ہی ہے، اس رسالہ مین مشہور شاعر حزین کی غلطیان دکھائی ہین، بلکہ بعض مقامات پر اصلاح بھی دی ہے، آخر مین عظیم آباد کے ایک ہندو شاعر ۔۔۔ چند کی غزل پر اصلاح دی ہے،

۴۔ رسالہ دادِ سخن، حاجی جان محمد (یا محمد جان) قدسی کے کلام پر ملا شیدا نے اعتراضات کئے تھے، اس کا محاکمہ ابو البرکات منیر لاہوری نے کیا تھا، اس کے جواب مین سراج الدین علی خان آرزو نے یہ رسالہ لکھا ہے، ص ۴۳ تقطیع کلان، خط نستعلیق، بخط کاتب سابق ہے اسلئے سنہ بھی وہی ہوگا،

۵۔ نگارنامہ = اس رسالہ مین ابو البرکات محمد نذیر منیر لاہوری نے چار متاخرین شعرا (عرفی طالب، زلالی، ظہوری) کے کلام پر اعتراضات کئے ہین، ص ۱۴، کاغذ احمد آبادی، خط نستعلیق، تقطیع کلان، بخط کاتب سابق،

۶۔ رسالہ سراج منیر = سراج علی خان آرزو نے اس کے جواب مین یہ رسالہ لکھا ہے، صفحات ۳۰۔

۷۔ رسالہ ناقص از آخر = افسوس ہے کہ یہ رسالہ آخر سے ناقص ہے، اور مؤلف کا نام بھی نہین معلوم ہوسکا، یہ رسالہ درحقیقت سراج منیر کے جواب مین ہے،

تلخیص وتبصرہ

ملکی انتظام مین اورنگزیب کا حصہ

ریاست جے پور مین اورنگزیب کے درباری اخبارات کے جو فائل نکلے ہین، ان کے مواد سے پروفیسر سری رام شرما نے اسلامک کلچر مین "ملکی انتظام مین اورنگ زیب کا حصہ" کے عنوان سے ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے، اس کی تلخیص پیش کیجاتی ہے، وہ لکھتے ہین، کہ

..... مضمون کے اخبارات سے اورنگزیب کے ایسے سچے اور صحیح حالات معلوم ہوتے ہین جن پر کسی شک وشبہہ کی گنجائش نہیں،

ان اخبارات پر نظر ڈالنے سے اورنگزیب کی ایک بڑی اور نمایاں خوبی یہ سامنے آتی ہے کہ وہ اپنے معمولات مین کبھی سستی کو دخل نہ دیتا تھا، اس کے دور حکومت کے اڑتیسوین سال مین دس مہینہ تک کے جو اخبارات ہین، ان مین صرف گیارہ دن فرصت کا ذکر ہے، اگر وہ دیوان عام کے دربار مین نہ آسکتا تھا، تو غسل خانہ (حمام) یا اس سے بھی پوشیدہ گوشہ "خلوت خانہ" مین کام کرتا تھا، دکن مین اس کے کام کے چار طریقے تھے، عموماً وہ دیوان عام یا خاص مین بیٹھ کر ملکی معاملات طے کیا کرتا تھا، اور عدل وانصاف کے لئے ایک دیوان عدالت خاص طور پر منعقد ہوتی تھی، اس کے بعد غسل خانہ مین اجلاس ہوتا تھا، اس مین داخلہ کے خاص قوانین تھے، یہان صرف حکومت کے ذی اقتدار امراء کو باریابی کا شرف حاصل ہوتا تھا، خلوت خانہ مین فوری یا ہنگامی اجلاس ہوتے تھے، یہان

وہی امراء داخل ہوسکتے تھے جن کو بادشاہ کسی ضروری اور اہم مسئلہ مین خاص طور سے مشورہ کے لئے طلب کرتا، دکن مین فوجی معاملات کی اہمیت کی وجہ سے دیوان عام اور خاص کا مخلوط دربار ہوتا تھا جو اسی لحاظ سے دیوان عام وخاص کہلاتا تھا، اجلاس مین داخلہ کے لئے بادشاہ کے اجازت نامے جاری ہوتے تھے بعض امراء کو مستقل پروانہ ملتا تھا، ان مین سے اگر کوئی بغیر اطلاع کے کچھ دنون غیر حاضر رہتا تو اسے از سر نو اجازت نامہ حاصل کرنا پڑتا تھا، ہر منصب دار کو پروانہ کے حصول کے لئے درخواست دینے کی اجازت تھی، جو تقریباً ہر ایک امیر کو اس کے تقرر، تبادلہ اور ترقی کے وقت مل جاتا تھا، جو امراء کسی ملکی یا ذاتی جرم کی بنا پر معتوب ہو جاتے تھے، وہ دربار کی حاضری سے محروم کر دیئے جاتے تھے، دیوان خاص وعام کوئی جمہوری اسمبلی نہیں تھی، اس کی شرکت کے لئے خاص قوانین اور پابندیان تھیں، بادشاہ اور دربار مل کر حکومت کرتے تھے، امراء وحکام، یا ان کے نمائندے جو دار السلطنت سے دور رہتے تھے، بادشاہ کے حکم سے باریاب ہوتے تھے، اور اپنے محکمون کے متعلق فرمان شاہی حاصل کرتے تھے، غیر سرکاری اشخاص کا کہیں ذکر نہیں ملتا، البتہ ملکی معاملات کے سلسلہ مین شاہی حکام کے ساتھ بادشاہ کی اجازت سے کبھی کبھی کوئی غیر سرکاری آدمی بھی نظر آجاتا ہے، جشن کے موقعوں پر البتہ ایک تماشائی کی حیثیت سے گذر ممکن تھا،

دربار سے متعلق چند خاص حکام مقرر تھے، جن کا کام شاہی احکام کو جاری کرانا تھا، ان کا افسر اعلیٰ میر تزک کہلاتا تھا، جو آداب شاہی کا نگہبان ہوتا تھا، "عرض مقرر" معتمد خاص کی حیثیت رکھتا تھا، شاہی اخبار نویس اول کے ماتحت بہت سے اخبار نویس اور داروغہ ڈاک چوکی اپنے کثیر مخبرون کے ساتھ دربار مین حاضر رہتے تھے، جو ہر وقت احکام شاہی لے جانے کے لئے پابہ رکاب رہتے تھے، ان کے علاوہ خدام خاص مثلاً محافظ جان (باڈی گارڈ) میر شکار، محافظ خیمہ شاہی، بادشاہ کے خاص خدم وحشم مین شمار ہوتے تھے، جن کا کام بادشاہ کی جان کی حفاظت اور اسکی راحت رسانی تھی،

ہرون کی کارروائی عموماً گذشتہ دون کے احکام سنانیکے بعد شروع کیجاتی تھی، پھران احکام پر مہر تصدیق ثبت کرکے ان کو مختلف محکمون مین عمل درآمد کے لئے بھیجدیا جاتا تھا، اس کے بعد دیوان یا بخشی ان سرکاری خطوط کو پڑھکر جو صوبہ دار، ضلع دار، سالار شہر پناہ، سردار مہم اور جنگی افسرون کے یہان سے آتے تھے، ان کا خلاصہ سنا دیتا تھا، اور بادشاہ وہین ان پر احکام صادر کردیتا تھا، اس کے بعد بعض حکام اعلیٰ ان خطوط کو سناتے تھے جنھیں بیرونی حکام دار السلطنت کے باہر سے خفیہ بھیجتے تھے، ان پر بھی فوراً شاہی حکم صادر ہوجاتا تھا، کبھی کبھی حکام اعلیٰ کے کارندے مفصلات کے حاکموں کی وہ گذارشات پیش کرتے، جو سرکاری ذریعہ سے پیش نہ ہوسکی تھین، اس کے بعد شاہی اخبار نویس مختلف جگہون کے مقامی اخبار نویسوں کے بیانات کا خلاصہ سناتا تھا، اس کے بعد حکام اعلیٰ اپنے ان ماتحت افسرون کی جن پر ان کی خاص نظر توجہ ہوتی تھی، مناسب الفاظ مین سفارش کرتے تھے، بعض محافظ شاہی یا معزز درباری اپنی طرف سے بھی تجویز پیش کرنے کا حق رکھتے تھے، جاسوس اور مخبر براہ راست بادشاہ کو اپنی کارگذاری کی خبر دیتے تھے، میر توپ خانہ کو بھی یہ عزت حاصل تھی،

درخواستوں اور ان پر احکام شاہی کی مختلف صورتین ہوتی تھین، اکثر عرضی پرداز اپنی کارگذاریون اور خدمات کا ذکر کرکے شاہی لطف و کرم کے امیدوار ہوتے تھے، بادشاہ وہین پر جزواً یا کلاً قبول یا مسترد کردیتا تھا، بعض اوقات نامنظوری نرم اور دلچسپ الفاظ مین ہوتی تھی جیسے امیدوار باشند، بعض وہ درخواستین جو عام مسلوں کے ساتھ نہیں آتی تھین، مختلف محکمون کے افسر جیسے دیوان یا بخشی، خانِ سامان کے پاس رپورٹ کے لئے بھیج دی جاتی تھین، بعض اوقات درخواست کنندہ کو حصولِ سفارش کے لئے اس کے افسر اعلیٰ کے پاس بھیجا جاتا تھا، جب بادشاہ کی توجہ اور اس کے تجسس کی وجہ سے کسی معاملہ کی اہمیت بڑھ جاتی، تو اسکی تحقیقات کے لئے ایک مقامی کمشنر مقرر کیا جاتا، لیکن یہ صورت انہی حالات مین پیش آتی تھی، جب ماتحت حکام مین سے

کسی کو یہ شکایت ہوتی، کہ اخبار نویس یا افسر اعلیٰ نے دربار میں اسکی درخواست پیش نہیں کی،

تمام منصب دارون کا تقرر، ان کی ترقی، تنزل، برطرفی، عطیہ، جاگیر اور محکمون کے تعین پر نہ صرف شاہی حکم ہوتا تھا، بلکہ اسکی مفصل ہدایات بھی ہوتی تھین، اور اس مین بڑے چھوٹے کی کوئی تخصیص نہیں تھی، البتہ صوبہ دار، سردار مہم، سالار شہر پناہ، اور فوجدار اپنے ماتحتون کے تقرر کے لئے سفارش کرسکتے تھے، لیکن فوجدار یا ضلع دار کا تقرر اس سے مستثنیٰ تھا، اس سے مرکز کا بار کچھ کم ہوجاتا تھا، کابل اور بنگال کے صوبہ دارون کو اس بارے مین زیادہ اختیارات تھے، لیکن نہ اتنے کہ وہ اپنے کو خود مختار سمجھنے لگین، اسی لئے اکثر سرحد کے صوبہ دارون کی سفارشین رد بھی کردی گئی ہین، جب کسی مہم کی سرکردگی پر کوئی امیر مقرر کیا جاتا، (جیسے جے سنگھ مرہٹوں کے خلاف بھیجا گیا تھا) تو اُسے غیر معمولی اختیارات دیئے جاتے تھے، تاکہ اس مہم مین کوئی دشواری نہ پیدا ہو،

محکمۂ مال کی حیثیت کسی قدر جداگانہ تھی، ۲۱ر جولائی ۱۶۸۹ء کو ایک فرمان جاری ہوا جس مین یہ ہدایت تھی، کہ مال کے وہ کاغذات جو صوبہ کے افسرون نے بھیجے ہین، دفتر شاہی میں داخل نہ کئے جائین، بلکہ اپنے مرکزی دیوان کے محکمہ مین پیش کئے جائین، اور غالباً برابر یہ اصول جاری رہا، کیونکہ پھر اخبارات مین اس کا ذکر نہین ہے، لیکن صوبائی دیوان کی عرضداشتیں بادشاہ کے حضور میں پیش کیجاتی تھین، چنانچہ ۱۰ر جولائی ۱۶۹۴ء کو دیوان تالکوکن کے معروضات دربار عام مین پیش کئے گئے تھے، ۱۰ر مئی ۱۷۰۳ء کے فرمان سے واضح ہوجاتا ہے، کہ کس طرح مالیات کے کاغذات کا تصفیہ کیا جاتا تھا، دیوان خالصہ اور دیوان دکن کو حکم تھا کہ وہ اپنی رپورٹ اور تجاویز سربمہر شاہی دیوان کے پاس بھیجا کرین، جو بادشاہ کو ضروری اقتباسات سنا دیا کرے گا،

اخبار نویسوں کی رپورٹ پر بھی اکثر احکام صادر ہوا کرتے تھے، چنانچہ ۱۹ر اپریل ۱۶۹۶ء کو بیدار بخش کی فوج سے یہ اطلاع آئی، کہ پرتھوی سنگھ اور دوسرے منصب دارون نے اپنے

فرائض سے غفلت کی، اس پر حکم ہوا کہ وہ قابلِ تعزیر قرار دئے گئے، اسی طرح ۲۳ راگست ۱۶۸۹ء کو حیدرآباد
کے اخبار نویس نے اطلاع دی کہ بخشی کی علالت اور گھر چلے جانے کی وجہ سے آج کل یہ عہدہ خالی ہے، اس
رپورٹ پر فوراً دوسرے بخشی کا تقرر ہوگیا، اگرچہ منصب داروں کو یہ حق حاصل تھا، کہ وہ اپنی تجویزین اور سفارشین
بادشاہ کے حضور مین بھیجا کرین، اگر وہ قابلِ سماعت ہون گی، تو انھیں قبول حاصل ہوگا، لیکن واقعہ یہ ہے
کہ چالیس سپاہیون کے افسر کا تقرر بھی وہ خود کرتا تھا، گویا کوئی کام خواہ کتنا ہی چھوٹا کیون نہ ہو اس کے حکم اور
مرضی کے بغیر انجام نہین پاسکتا تھا، دربار کے کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بات بھی اس کے علم مین آجاتی
تھی، خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی کیون نہ ہو، اسے کبھی نظر انداز نہین کرتا تھا، اور فوراً اسکی طرف توجہ کرتا تھا گو
اس سے مرکز کا کام بہت بڑھ گیا تھا، لیکن اس سے اس کی غیر معمولی محنت اور انہماک کا پتہ چلتا ہے، اسی
طرح ۲۳ رجولائی ۱۶۸۹ء کو دیوان حیدرآباد کے خلاف شکایت پہونچی، وہان کے مقامی اخبار نویس
کو حکم ہوا کہ اس بارے مین وہ اپنی رپورٹ بھیجے، ۱۵ راپریل ۱۶۹۳ء کو اہلِ حصار کے مقامی فوجدار
کے خلاف شکایت موصول ہوئی، کہ وہ ناواجب ٹکس وصول کرتا ہے، اور بہت سے باشندون کو
بلاوجہ قید کردیتا ہے، اس پر صوبہ دار دہلی کو تحقیقات کرکے رپورٹ پیش کرنے کا حکم ہوا، اسی طرح
ایک منصب دار کے خلاف اس کے خادم کی شکایت سے یہ ظاہر ہوا کہ اس کے پاس مختلف مہرین
ہین جن سے وہ جعل بنایا کرتا ہے، اُسے گرفتار کرکے ۱۵ راپریل ۱۶۹۳ء کو دربار مین لایا گیا، اور قید سخت
کی سزا ملی، ایک مرتبہ فوج کے صراف نے اپنے چودھری کے خلاف شکایت کی، ۲۵ راپریل ۱۶۹۳ء کو
منصب دار کو اس شکایت کی تحقیقات کا حکم ملا، ایک چوری کا واقعہ پیش ہوا، صوبہ دار کو حکم ہوا کہ نائب فوجدار
کو تحقیقات اور چور کے پتہ چلانے کا حکم دیا جائے، ۲۵ رجون ۱۶۹۴ء کو یہ اطلاع ملی، کہ ادگیر کا فوجدار
سارے مقدمات حتیٰ کہ شرعی معاملات کو خود ہی فیصل کرتا ہے، حکم ہوا کہ آیندہ سے ایسا نہ کرے، ۲۴ راپریل
۱۶۹۴ء کو ایک مغل سود خوار نے قرض کی وصولی مین اپنے مقروض کی جان لے لی، اس کے بدلے مین اسکے

نوکرون نے مغل کو مار ڈالا، گوالیار مین مغلون کے چار گھوڑے گم ہوگئے، وہان کے فوجدار فدائی خان کو
حکم ہوا کہ اس نقصان کی تلافی کرے، ایک مرتبہ کشمیر کے صوبہ دار نے معروضہ پیش کیا، کہ کشمیر کی آب وہوا
اس کو راس نہین آتی ہے، اس پر ۱۱ رجون ۱۷۰۰ء کو حکم ہوا کہ وہ سرما لاہور مین گذارا کرے، ۱۰ ر۲۰ مئی
۱۷۰۰ء کو حکم ہوا کہ بخشی شامیانہ کے زیر سایہ کام کیا کرین جب کبھی کسی حاکم کے ظلم اور جبری ٹکس وصول
کرنے کی خبر ہونچتی تھی، تو ان کی پوری پوری خبر لیجاتی تھی، ۱۲ ر نومبر ۱۶۹۹ء اور مارچ ۱۷۰۰ء کو سرکاری
نوکرون کو مختلف خدمات کے پروانے اور عام لوگون کے بے خطر سفر کے اجازت نامے ملے، ۱۴ راپریل
۱۷۰۵ء کو ایک ڈکیتی کی خبر آئی، فوجدار کو حکم ہوا کہ مقدمہ کی تحقیقات کرکے مفسدون کو قانون شریعت
کے مطابق سخت سزائین دیجائین

آداب عالمگیری مین جو خطوط ملتے ہین، ان سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچتی ہے، کہ اس کے
سارے کامون مین کس قدر مرکزیت تھی، وہ اجمیر میں بیٹھکر جودھپور اور میواڑ کی فوجون کو تفصیلی ہدایات
اور نقل وحرکت کے متعلق تجویزین بھیجا کرتا تھا، اور مقامی سالارون کی رپورٹ دیکھکر ان کی ہمت بڑھاتا
تھا، اور جوش عمل کی تلقین کرتا تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ ان سالارون کو خود کسی کام کی آزادی نہ تھی،
گو بعض بہانہ ڈھونڈ کر شاہی حکم کی نافرمانی کرجاتے تھے، بادشاہ کا سب سے زیادہ وقت محکمہ خانساماں پر صرف
ہوتا تھا، کارخانون، عمارتون، سڑکون خیمون، باغ، کھیل اور دوسرے تفریحی مشاغل کے متعلق جتنے
سوالات پیدا ہوتے تھے، بادشاہ اپنے مذاق کے مطابق ان کو حل کرتا تھا،

اخبارات سے پتہ چلتا ہے کہ صدر کے فرائض مین وہ دخل نہیں دیتا تھا، قاضی محتسب، مفتی کے معاملات
کی روداد اخبارات مین کم ملتی ہے، یہ لوگ اپنے حدود مین بہت کچھ آزاد تھے، اور کبھی حکام دیوانی کی مداخلت
کے شاکی نظر نہیں آتے، البتہ ایک قاضی کے خلاف جبر وتعدی کی شکایت پیش ہوئی تھی،

اب تک جو کچھ لکھا گیا، وہ زیادہ تر دیوان عام کے متعلق تھا، جہان تک کام کا تعلق ہے، دیوان

اور غسل خانہ مین کوئی فرق نہین تھا جب وہ دربار عام مین جانا نہین چاہتا تھا، تو غسل خانہ مین اجلاس کرتا تھا، اس مین داخلہ کے شرائط کا مختصر بیان اوپر گذر چکا ہے، بعض سرداران مہم سے پوشیدہ اور رازدارانہ مشورہ ہوتا تھا، داخلہ کا پروانہ نقیب کو بھی دیا جاتا تھا تاکہ اُسے معلوم ہوجائے کہ کن لوگون کو داخلہ کی اجازت ہے ایک محافظ غسل خانہ اس خدمت پر مامور تھا، کہ یہان بھی آداب دربار پورے پورے برتے جائین، اگر کسی آداب دربار مین کسی منصب دار کی بے عنوانی پر جرمانہ ہو جاتا تھا، تو وہ بغیر ادا کئے ہوئے اپنی جگہ سے نہین جاسکتا تھا،

خلوت خانہ کسی مخصوص جگہ کا نام نہین تھا بلکہ جہان کہین بادشاہ کسی گوشہ مین اجلاس کرتا تھا وُ خلوت خانہ کہلاتا تھا، یہ گویا بے ضابطہ اجلاس ہوتا تھا، جہان صرف ایک حاکم یا ایک شاہزادہ یا ایک عامل بلایا جاسکتا تھا، یہان رسوم کی پابندی کی کوئی قید نہین تھی، اکثر مہمان امرار کو بھی یہان جگہ ملتی تھی، اور اگر وہ بادشاہ کی پیش کردہ کسی تجویز سے اختلاف کرتے تھے، تو وہ ان سے زبردستی نہین منواتا تھا، بلکہ دلیل سے انھین قائل کرنے کی کوشش کرتا تھا، ایک مرتبہ اوس نے دلاور خان کو خلوت مین ملاقات کے لئے بلایا، روح اللہ خان اسد اللہ خان اور دو شہزادے بھی بلائے گئے تھے، اورنگزیب جب دکن کے سفر مین تھا، تو دربار نہین ہوتے تھے لیکن دیوان، خان سامان، صدر، امیر توپخانہ کو حکم تھا، کہ وہ بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوکر احکام حاصل کیا کرین،

جب وہ کسی مقدمہ کی روداد سنتا تھا، تو دیوان عام، دیوان مظالم مین تبدیل ہوجاتا تھا، بدقسمتی سے اس کا پتہ نہین چلتا ہے، کہ کس طرح مقدمات کی سماعت اوران کا فیصلہ ہوتا تھا، اخبارات سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ دیوان مظالم یا عدالت منعقد ہوتی تھی، اکثر محافظِ مظلومین، اُنکی جماعت کو بادشاہ کے سامنے پیش کرتا تھا بعض اوقات مقدمات مقامی تحقیقات کے لئے بھیجدیئے جاتے تھے، اکثر مظلومین کے ساتھ عصا بردار یا مخبر بھیجے جاتے تھے، تاکہ وہ ان کے سامنے تحقیقات کرکے ان کو

اپنے ساتھ واپس لائین، اس کا پتہ چلانا مشکل ہے، کہ دیوان مظالم مین کس قسم کے مقدمات فیصل ہوتے تھے، کیونکہ مجرمین کو کبھی عدالت کا یہ حکم بھی ملجاتا تھا، کہ ان کا مقدمہ شاہی دربار مین فیصل ہونیکے بجائے قاضی کے اجلاس میں شریعت کے مطابق فیصل ہوگا، غالبًا بادشاہ اپنے ماتحتون کی بدعنوانیون کی شکایت خود سنتا تھا، اور سختی کے ساتھ ان کا تدارک کرتا تھا، مقدمات مین عدل و انصاف ملحوظ رکھتا تھا، اس مین کسی کی رورعایت نہین کرتا تھا، اسی لئے لوگ اس سے گھبراتے تھے، ایسی حالت مین کوئی تعجب کی بات نہین ہے، کہ سب مقدمات شاہی دربار سے فیصل نہیں ہوسکتے تھے ۲۰ اپریل ۱۶۹۶ء کو حکم ہوا تھا، کہ پچیس مدعیون کے مقدمے شاہی دربار مین پیش کئے جائین، لیکن بعد کے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے، کہ بارہ سے زیادہ فیصل نہ ہوسکے،

ان تمام امور سے پتہ چلتا ہے کہ اورنگزیب کی حکومت مین کس قدر استحکام اور کتنی مرکزیت تھی، صوبہ دارون کو ضلع کے حکام کے متعلق جو اختیارات بھی ہون لیکن فوجدار اکثر ان کے متعلق مرکزی دفتر سے براہ راست مراسلت کرکے شاہی فرمان حاصل کرتا تھا، سردار مہم اور فوج کے دوسرے ماتحت حکام کو بھی شاہی اعتماد کی عزت حاصل تھی، خان سامان کے ماتحت جو افسر کام کرتے تھے وہ دراصل شاہی خدام ہوتے تھے، اور انھیں براہ راست بادشاہ سے ہدایات اور احکام ملتے تھے یہ صحیح ہے کہ ماتحتون کی وہ درخواستین جو شاہی لطف و کرم کیلئے پیش ہوتی تھین زیادہ تر محکمون کے مقامی افسر اعلیٰ کے پاس رپورٹ کیلئے بھیجدی جاتی تھین لیکن ملکی انتظام کے بارہ مین جو درخواستین آتی تھین ان پر براہ راست ہدایات بھیجی جاتی تھین، ایسی صورت مین مرکز کا کام بہت بڑھ جاتا تھا، اس مین سہولت کیلئے دیوان اور بخشیون کو یہ اختیار دیدیا جاتا تھا، کہ وہ اپنے محکمون کے معاملات کی مسلون پر اپنی رائے لکھدیا کرین، اگرچہ اورنگزیب نے اس پر کبھی فخر نہین کیا کہ وہ انصاف و عدل کا سرچشمہ ہے لیکن وہ ہمیشہ حکام کے خلاف بھی شکایات سنتا تھا، اور مظلومین کی دادرسی کرتا تھا،

" ا-ع "

اخبارِ علمیہ

لیون ٹراٹسکی صاحبِ قلم بھی تھا

دنیا لیون ٹراٹسکی (Leon Trotsky) کو صرف مزدورون اور کسانون مین انقلاب پیدا کرنے والے کی حیثیت سے جانتی تھی، حالانکہ انقلابی کے ساتھ وہ ایک ممتاز صاحبِ قلم بھی تھا، گذشتہ ۲۰ اگست ۱۹۴۰ء کو اسٹیلن (Stalin) کے اشارہ سے جیکسن (Jackson) کے ہاتھون وہ قتل کیا گیا، اسکی موت انقلابی دنیا کے لئے تو بڑا حادثہ ہے ہی، لیکن ادبی دنیا کیلئے بھی کچھ کم دردناک سانحہ نہین گو اسکی یہ حیثیت ہندوستان مین بہت کم لوگون کو معلوم ہے، سیاسی مشاغل کیساتھ ساتھ اسکے ساتھ ہمیشہ ادبی مشاغل بھی جاری رہے، چنانچہ ۱۹۰۵ء کے انقلاب مین جب اسے سائبیریا جلا وطن کر دیا گیا تھا، اور وہ وہان سے فرار ہو کر وائنا پہونچا، تو یہان برابر پرودا (Pravda) مین مضامین لکھتا رہا، ۱۹۱۳ء مین جنگِ بلقان کے سلسلہ مین اوس نے جو خط وکتابت کی تھی، ادبی حیثیت سے اوسکی خاص اہمیت ہے، کچھ دنون تک امریکہ مین ایک اخبار کی ادارت بھی کی، غالباً یہ کسی کو معلوم نہ ہوگا، کہ وہ اسٹالن کی سوانح لکھ رہا تھا جس کا نصف حصہ انگریزی مین ترجمہ بھی ہو چکا تھا، باقی حصہ نظر ثانی کی وجہ سے ابتک پریس مین نہ جا سکا، یون تو اس کے بہت سے چھوٹے چھوٹے ادبی کام ہین، لیکن تاریخ انقلابِ روس کی تین ضخیم مجلدات اس کا سب سے بڑا ادبی کارنامہ ہین، اس کتاب نے دنیا کے ادیبون اور مصنفون مین اس کا پایہ بہت بلند کر دیا ہے، اس موضوع پر

اس حسن خوبی سے لکھنا اسی کا حصہ تھا، وہ مسلم الثبوت نثر نویس اور انشا پرداز تھا، لینن کی موت پر اس نے جو تیرہ الفاظ کہے تھے، وہ روسی ادب کے موتی تصور کئے جاتے ہین،

چکنی مٹی سے کاغذ

ادارۂ صنعت وحرفت مساچوسٹ (Massachusetts Institute of Technology) نے چکنی مٹی سے کاغذ بنانا شروع کیا ہے، اسکی یہ ایجاد موجودہ صنعت و حرفت کا شاندار کارنامہ تصور کیا جاتا ہے، یہ کاغذ گھریلو کامون، کارخانون اور جنگ کی ضرورتون کے لئے بہت اچھا ہے، اسکی مختلف قسمین مختلف مصرف مین آسکتی ہین، اس کے شفاف اور چمکدار کاغذ، کپڑون اور دودھ کے برتنون کو ڈھکنے کے لئے لکڑی اور سن کے کاغذون سے کہین بہتر ثابت ہوئے، امید ہے کہ اچھی طباعت کے لئے یہ غیر معمولی چکنے اور نفیس کاغذ چھاپہ خانون مین بھی کثرت سے استعمال ہونے لگین گے، اس پر تصویرین بھی خوب آتی ہین، سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس پر زمانہ کے امتداد اور موسم کا کوئی اثر نہین ہوتا، اور بہت دیرپا ہوتا ہے،

ریڈیائی تارپیڈو

ممالک متحدہ امریکہ کی بحری فوج کے ایک افسر ہنری ڈبلو وکس (Henry W. Wicks) نے دشمنون کے جہازون کو غرق کرنے کے لئے ایسی تیز رفتار کشتیان ایجاد کی ہین جن کے لئے ناخدا کی ضرورت نہین، وہ ریڈیو کی مشین کی مدد سے چلین گی، اس پر خطرناک بارود اور بم رکھے جائین گے، توقع ہے کہ کہ بڑا سے بڑا جہاز اوس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے گا، نیویارک مین اوس کا نمونہ نمائش مین دکھایا گیا تھا، یہ نوفٹ لانبی ہے، وہ شہتیر جس پر پورا عرشہ قائم ہو صرف اٹھارہ انچ موٹا ہے، اس مین چھ ووٹ

کی بیڑی ہے، اسکی ساری مشین مضبوط ریڈیائی ٹرینسمٹر سے چلتی ہے، اس کے حملہ کے حدود گیارہ میل تک ہین، پوری بیڑی کے ساتھ پندرہ میل تک جہاز کا تعاقب کر سکتی ہے،

پھیپھڑون کو قوی بنانیکا نیا طریقہ

نیویارک کی مشہور مغنیہ مس ہلدا برک (Miss Hilda Burke) نے آواز کو ترقی دینے کا ایک نیا تجربہ کیا ہے، اس کا خیال ہو کہ ربر کے غبارون کو پھونکنے سے پھیپھڑون کی طاقت مین غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے، اور وہ اتنے مضبوط ہو جاتے ہین، کہ انتہائی بلند آواز کے ساتھ گانے سے بھی ان پر کوئی اثر نہین پڑتا، مس موصوفہ نے موسیقی کی مشقون کے ساتھ اس مشق کو بھی اپنے معمولات مین داخل کر لیا ہو، ان کا تجربہ ہو کہ یہ طریقہ صرف پھیپھڑون ہی کو مضبوط نہیں بناتا ہے، بلکہ آواز مین بھی غیر معمولی کشش اور لوچ پیدا کر دیتا ہے،

معمون کے ذریعہ ابتدائی تعلیم

روکس بری ماس (Roxbury Mass) کے ایک اسکول مارٹن کے نصاب مین معمون کو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہو، اس اسکول کا تعلیمی تجربہ ظاہر کرتا ہو، کہ معمون سے الفاظ کے ذخیرہ کو بڑھانے، ہجے، اور قواعد کی تعلیم دینے مین بہت آسانی ہوتی ہے، لڑکے ہر مضمون کے متعلق معمے تیار کرتے ہین، ہر لڑکا اپنا معمہ تختہ سیاہ پر لکھ کر دوسرے طلبہ سے اوس کا حل دریافت کرتا ہے، اس طرح جب تیس معمے جمع ہو جاتے ہین، تو انھیں اسکول کی جانب سے کتاب کی شکل مین شائع کر دیا جاتا ہے، اور اس کا منافع بھی اسکول ہی کا حق ہوتا ہے،

جاپان مین صنعتِ پارچہ بافی

صنعت پارچہ بافی مین جاپان دنیا مین اول درجہ رکھتا ہے، جاپانی ریشم، یہان کے ریشمی کپڑے سوت اور سوتی کپڑے، دنیا کے ہر ملک مین بکتے ہین، چند سال سے سٹیبل فائبر انڈسٹری نے بھی بڑی ترقی کی ہے، ۱۹۳۳ء مین اسکی مصنوعات کی مقدار دس لاکھ سیر کے قریب تھی، ۱۹۳۸ء کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہو کہ دس لاکھ سے بڑھکر اٹھائیس کروڑ اسی لاکھ سیر کے قریب پہونچ گئی ہے، .... اس کی یہ ترقی حیرت انگیز ہے، اور دنیا بھر کی پیداوار کا چالیس فی صدی ہے،

ڈاکوؤن کی گرفتاری کا برقی طریقہ

بنکون، گودامون، بساطخانون، اور دوسری کاروباری جگھون مین چورون اور ڈاکوؤن سے حفاظت کے لئے ایک پوشیدہ پنجرہ بنایا گیا ہے، یہ بجلی کے اشارون پر چلتا ہے، اس سے چودہ طریقون سے مجرم کو بے بس کیا جا سکتا ہے، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ جب کوئی مسلح ڈاکو مجرمانہ ارادہ سے آئے تو اوس وقت جو آدمی موجود ہو، اسے خاموشی کے ساتھ اسکی بات مان لینی چاہئے، لیکن آہستہ سے ایک بٹن جو عموماً ٹیبل کو خوبصورت بنانے کے لئے لگایا جاتا ہے، دبا دے، اس کے دباتے ہی ہر جگہ شور ہو جائے گا، اور ڈاکو بھاگ نہ سکے گا،

"ا - ع"

نفسیاتِ ترغیب

کسی انسان کو کسی کام یا چیز یا تحریک کے لئے ہم کیونکر آمادہ کر سکتے ہین، اور اسکو شوق و ترغیب دلا سکتے ہین، اسکے نفسیاتی اصول کیا ہین، اس کتاب مین انہی اصول کی تشریح ہو، تجارت، اشتہارات، تقریر و وعظ مین ہر جگہ ان اصول کی رعایت کی ضرورت ہو، ضخامت ۲۱۱ صفحے قیمت ۱۲/ ، منیجر

ادبیات

احسن الکلام

ازجناب احسن صاحب نگرامی ایڈوکیٹ پرتاب گڈھ

کوئی کسر ضرور ہے ابکے برس بہار مین
سیکڑون پرزے بچ رہے دامنِ تار تار مین

گل پہ کبھی مٹا ہوا الجھا کبھی ہے خار مین
دل کا عجیب حال ہے آپکے انتظار مین

دُر جو بھرے ہوئے ہین یہ دیدۂ اشکبار مین
جاکے اُنھین بکھیر دون دامنِ پاے یار مین

اور تو کیا بیان کرون مختصراً یہ حال ہے
شہر ہے اک بسا ہوا قلبِ امیدوار مین

بنتے ہین بس دل و نظر جاکے وہین دل و نظر
فیضِ عمیم یار ہے، بزمِ جمالِ یار مین

آپ کی چیز ہے حضور آپ کے اختیار کی
دل ہو خدا نخواستہ کیون مرے اختیار مین

پھر مرے ساتھ لوٹ کر قلب و نظر نہ آئینگے
بار کبھی جو پا گئے بزمِ جمیلِ یار مین

کس کا ہے اور کس لئے اُنکو نہ جانے انتظار
دل بھی ہے انتظار مین آنکھ بھی انتظار مین

آئی بھی ہوش جائے بھی تڑپے بھی مست بھی ہو دل
سیکڑون فتنے اور ایک گردشِ چشمِ یار مین

تیری جو رنگتیں نہیں تیری جو نکہتیں نہین
آتی ہے کیون بہار پھر مجکو نظر بہار مین

دل ہے کہ فرطِ کیف سے جھوم رہا ہے مست ہے
پھول ہین ان کی یاد کے دامنِ انتظار مین

جس کو تلاشِ یار ہو میری نظر سے سیکھ لے
جلوۂ یار دیکھنا پردۂ انتظار مین

حُسن کے انتخاب مین ایک عجیب شان ہے
ایک ہے عشق بھی مرا ایک نہین ہزار مین

رحمتِ حق کی بجلیان آکے ہوئین نظر نواز
اشکِ گناہگار مین ساغرِ بادہ خوار مین

شاہ کی شان چاہے بھی کتنی بڑھی ہوئی نہو
ایک عجیب آن ہے اُن کے خرابِ خوار مین

بہرِ نمود ہی سہی بہرِ شہود ہی سہی
میری خزان بھی ساتھ ہے آپکی ہر بہار مین

خاص خدا کی دین ہے سب کے نصیب مین کہان
یہ جو دوانہ پن سا ہے احسنِ بےقرار مین

ساقی

ازجناب یحییٰ اعظمی

ادھر بھی بخشدے اک جرعۂ کیف آفرین ساقی
تری مخمور آنکھون پر فدا دنیا و دین ساقی

اٹھا تو بھی اسی عالم مین جامِ ساتگین ساقی
گھٹاؤن سے برستی ہے شرابِ آتشین ساقی

ہر اک موجِ صباب موجِ صہبا بنکے آتی ہے
فضائین رنگئی ہین، میکدہ کی سرزمین ساقی

برستا ہے زمین پر آبِ حیوان ابرِ باران سے
بہادے تو بھی اٹھکر جوئے شیر و انگبین ساقی

گھٹائین جھوم کر اٹھین تو میکش یہ پکار اٹھے
بکھرتی جا رہی ہے تیری زلفِ عنبرین ساقی

تخیل تیرے جلوون کا، تصور تیری آنکھون کا
یہ عالم ہے کہ ہے اب رقص مین جانِ حزین ساقی

تجلی ہر طرف ہے، بزم مین یہ جام رنگین کی
فروغ انگیز ہے یا تیری تابندہ جبین ساقی

ترے ساغر سے جس دم ریزشِ انوار ہوتی ہے
فلک کیا جھومتا ہے کیف مین عرشِ برین ساقی

تجلی کا وہ عالم اور وہ دستِ نازنین ساغر
کہان یہ تاب رندون مین کہ ہون تیرے قرین ساقی

مطبوعاتِ جدیدہ

صراط الحمید جلد دوم، مؤلفہ حاجی مولوی محمد الیاس صاحب برنی ناظم دار الترجمہ حیدر آباد دکن، تقطیع بڑی ضخامت ۴۰۰ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت عہ پتہ:- بیت السلام حیدر آباد دکن،

مولوی محمد الیاس صاحب برنی دو مرتبہ حج وزیارت کے شرف سے مشرف ہوئے، پہلی بار ۱۳۴۵ھ مین فریضۂ حج ادا کیا، دوسری مرتبہ ۱۳۵۰ھ مین اپنے والد مرحوم کی جانب سے حج بدل کیا، پہلے حج مین عراق وشام کے تمام مقدس مقامات کی زیارت کی تھی، جس کا سفرنامہ صراط الحمید کے نام سے عرصہ ہوا چھپ کر مقبول ہو چکا ہے، جلد دوم دوسرے سفر کی روداد ہے، حرمین کے آثار ومشاہد کے حالات اور مسائلِ حج کی تفصیل پہلے سفرنامہ مین ہو چکی ہے، اس لئے اس سفرنامہ مین صرف سفر اور حرمین کے دورانِ قیام کے حالات ہین، اس مین ضمناً اور بہت سے مفید معلومات آگئے ہین، ایک فصل مین حکومتِ حجاز کے سیاسی اور انتظامی امور پر خیر خواہانہ تبصرہ ہے، گذشتہ سفرنامہ کی طرح اس سفرنامہ کی بھی اصل روح اسکی باطنی کیفیتین ہین، بلکہ اس مین ماشاء اللہ ذوق وشوق اور وجد وحال کے آثار کچھ زیادہ ہی ہین، اور مؤلف کے مصور وجدانیات قلم نے ان ناقابلِ بیان کیفیتون کو دوسرون کے لئے بھی محسوس بنا دیا ہے، جس کے لطف واثر سے عام ناظرین بھی محروم نہین رہتے، اس مین بوذری اور خالدی مومن کی دونون شانین نظر آتی ہین، مجاہدانہ روح بھی ہے، اور بیخودی کی سرمستیان بھی، اسلئے یہ سفرنامہ حج کے متعلق ضروری معلومات کے ساتھ اہلِ ذوق کے لئے حرمین کے تاثرات وکات کا نہایت پر کیف مرقع ہے، خصوصاً جن لوگون نے صراط الحمید جلد دوم کا مطالعہ کیا ہو انھین اسے ضرور دیکھنا چاہئے،

تاریخ مسلم لیگ مولفہ مرزا اختر حسین صاحب ایڈوکیٹ تقطیع چھوٹی ضخامت ۵۲۴ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت بہتر قیمت ۱۔ عہ پتہ:- مکتبہ لیگ نمبر ۲ بمبئی،

مسلم لیگ کے متفرق حالات اور اس کی تاریخ جستہ جستہ مختلف کتابون اور رسالون مین ملتی ہے، لیکن اس کی کوئی مستقل اور مسلسل تاریخ موجود نہ تھی، مؤلف نے اس کتاب مین لیگ کے قیام کے زمانہ سے لیکر ۳۹ءتک لیگ کے اجلاسون کی روئداد جمع کرکے اسکی پوری تاریخ مرتب کردی ہے، ہر اجلاس کی روداد کے ساتھ اس کے صدارتی اور استقبالی خطبے بھی دیدیئے ہین، ان مین سے بعض خطبے بہت اہم ہین، ان سے ہر دور کی لیگ کی سیاست اور اس کی کارگذاریون کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے، اگر اس روداد کے ساتھ مسلمانون کے سیاسی نشیب وفراز اور اس کے اسباب و نتائج سے بھی بحث ہوتی، تو کتاب اس کی فلسفیانہ تاریخ ہو جاتی تاہم اس سے ایک خاص نقطۂ نظر سے لیگ کی پوری سرگذشت معلوم ہو جاتی ہے،

تاریخ ادب اردو شائع کردہ ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد دکن، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۱۰۰ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت معمولی قیمت عہ، پتہ:- سب رس کتاب گھر، رفعت منزل خیرت آباد حیدر آباد دکن،

اس ادارہ نے مختلف موضوعون پر چھوٹی چھوٹی مفید کتابون کا جو سلسلہ شروع کیا ہے تاریخ ادب اردو اس کی ایک کڑی ہے، اس مین اردو زبان کی پیدائش سے لیکر موجودہ دور تک اس کی مختصر تاریخ ہے، اس کے ابتدائی گہوارون پنجاب ودکن مین اس کی ابتدائی سرگذشت دہلی اور لکھنو کے مرکزون کے ہر دور کے تغیرات اور ترقیون اور شعراء ومصنفین کے مختصر حالات انکی خصوصیات

تصانیف جدید دور کے تغیرات ورجحانات اور انفرادی واجتماعی کوششون، علمی ادارون اور اکابر ادبا و مصنفین کے خدمات کی تفصیل ہے، اس موضوع پر کئی مختصر کتابین لکھی جاچکی ہین، یہ کتاب ان مین اچھا اضافہ ہے،

دستور الاصلاح، مرتبہ جناب سیماب اکبرآبادی، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۱۳۸ صفحے، کاغذ سپید، کتابت وطباعت بہتر، قیمت :- ۱۲؍، مکتبہ قصر الادب دفتر شاعر آگرہ،

اساتذہ کی اصلاحون پر ایک سے زیادہ کتابین موجود ہین، متفرق اصلاحون کے نمونے بھی نایاب نہین، اس موضوع پر صفدر مرزاپوری مرحوم کی مشاطۂ سخن اور شوق سندیلوی کی اصلاح سخن مستقل کتابین ہین، جناب سیماب نے ان مین کچھ اور اضافے کرکے جس مین زیادہ تر خود ان کی اصلاحین ہین، انھین جمع کر دیا ہے، کتاب کے شروع مین موجودہ شاعری، شعراء اور مشاعرون کی اصلاح سے متعلق بعض مفید اور اچھی تجویزین اور نفس اصلاح کے اصول اور طریقون کے متعلق مفید ہدایات ہین، جن مین اساتذہ کے حقوق اور تلامذہ کے فرائض کی جانب خاص طور سے توجہ دلائی گئی ہے، لیکن شعراء اور شاعری کی مبالغہ آمیز عظمت نے ان سنجیدہ تجویزون کو بھی مضحک بنا دیا ہے، مرتب نے جابجا اساتذہ کی اصلاحون پر بھی اصلاحین دی ہین، معاصر شعراء کی اصلاحون پر خاص طور پر توجہ کی ہے، حالانکہ خود ان کی اصلاحون مین بھی اس قسم کی گنجایش موجود ہے، موازنہ کے لئے چند غزلون پر مختلف اساتذہ کی اصلاحین نقل کی ہین، جن مین ایک وہ خود بھی ہین، لیکن اتنا غنیمت ہے کہ اس کے حسن وقبح کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑ دیا ہے، کتاب مین جابجا آگرہ اسکول کی "یعنی آپ اپنی" مداحی کرکے "حظ نفسانی" اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے، ایک مقام پر شعراء کے فرائض کی وسعت وہمہ گیری پر کلام اللہ کی ایک آیت کے ٹکڑے سے نہایت دلچسپ استدلال کیا گیا ہے، فرماتے ہین "شاہد شراب تک اس (شاعر) کی رسائی مرتکز (؟) نہ ہو، بلکہ فی کل وادی (مطابق اصل) یہیمون کا الہی

نظریہ اسکی وسعت وہمہ گیری سے اس پر منطبق ہوتا ہو" اس سخن فہمی پر بے اختیار کہنے کو دل چاہتا ہے کہ "آیتِ قرآنی را بہ قصر الادب کہ برد" لیکن ان امور سے قطع نظر نفس افادہ کی حیثیت سے کتاب مفید ہے،

نبی عربی، مؤلفہ مولانا قاضی زین العابدین صاحب سجاد میرٹھی، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۱۶۰ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت، بہتر، قیمت مجلد :- عہ؍، غیر مجلد :- ۱۲؍، پتہ ندوۃ المصنفین قرول باغ، دہلی،

لائق مؤلف نے متوسط استعداد کے بچون کے لئے یہ سیرت پاک لکھی ہے، واقعات مین صحت، اختصار، اور جامعیت جملہ امور کا لحاظ رکھا گیا ہے، زبان آسان اور سادہ اور انداز بیان موثر اور دلپذیر ہے، یہ کتاب اگرچہ بچون کیلئے لکھی گئی ہے، لیکن اس کا معیار ایسا ہے کہ اس سے بچون کے علاوہ معمولی پڑھے لکھے لوگ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہین،

مصر کی رقاصہ مترجمہ جناب احمد شاہ صاحب بخاری پطرس، تقطیع بڑی، ضخامت ۸۶ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت نفیس، قیمت مرقوم نہین، پتہ :- ہاشمی بک ڈپو لاہور،

تائیس اناطول فرانس کا بہت مشہور ومقبول ناول ہے، اردو مین عرصہ ہوا، اس کا ترجمہ ہوچکا ہے، موسیو گیلیے نے ڈرامے کی شکل مین اس کا اختصار کیا تھا، اسے جناب پطرس نے اردو مین منتقل کیا ہے، اصل ناول تائیس کا پلاٹ نہایت دلکش ہے، اس مین توبۃ النصوح کے بعد ایک آلودہ معصیت رقاصہ تائیس کے حسنِ خاتمہ اور ایک زاہد مرتاض اتانائیل کے جس کے دل مین ہوس کی چنگاریان چھپی تھین، سوے خاتمہ کو نہایت موثر انداز مین پیش کیا گیا ہے، اس ڈرامے مین اصل ناول تائیس کی جیسی خوبی ودلکشی تو نہین ہے، لیکن ڈرامائی خصوصیات پورے طور سے موجود ہین، جن لوگون نے اصل ناول تائیس کا مطالعہ نہین کیا ہے، ان کے لئے یہ ڈرامہ بھی دلچسپی سے خالی نہین ہے، جنابِ مترجم کا نام ترجمہ کی خوبی کی ضمانت ہے،

آبدوز کشتیان اور سرنگ از جناب فیض محمد صاحب بی اے تقطیع چھوٹی ضخامت ۸۰ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت لکھی نہین، پتہ ادارۂ ادبیات اردو، رفعت منزل خیرت آباد، حیدر آباد دکن،

س مختصر رسالہ مین آبدوز کشتیون اور سرنگون کی ایجاد مختلف ملکون مین ان کی عہد بعہد کی ترقیون، انکی موجودہ ترقی یافتہ شکل اور اسکے استعمال کے طریقون کی تفصیل ہے، کتاب دلچسپ بھی ہو اور مفید بھی،

شاعرکی دنیا، مرتبہ جناب محمد عظیم الدین صاحب بجت بی اے عثمانیہ تقطیع چھوٹی، ضخامت ۹۰ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت بہتر، قیمت ۸؍ پتہ :- ایم اے، وین روبرو نظامت کروڑ گری حیدر آباد،

اس مختصر تذکرہ مین مرتب نے حیدر آباد کے دور جدید کے چالیس اچھے اور خوش گو شعرا کے بقدر تعارف حالات اور ان کی شاعری کے منتخب نمونے دیئے ہین، اس مین خاص حیدر آبادی شعرا کے علاوہ یہان کے متوطن شعرا کی بھی خاصی تعداد ہے، انتخاب خوش مذاقی سے کیا گیا ہے،

مسلمان بچون کی پہلی دوسری اور تیسری کتاب از جناب مقبول احمد صاحب سیوہاروی تقطیع چھوٹی، ضخامت علی الترتیب ۳۶، ۵۲، ۶۴ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت معلوم نہین، پتہ :- کتاب گھر سیوہارہ ضلع بجنور و جامعہ ملیہ دہلی،

مؤلف نے یہ تینون کتابین مسلمان بچون کی ابتدائی مذہبی تعلیم کے لئے لکھی ہین، مضامین مین تعلیم کے ساتھ اخلاقی تربیت کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے، اور اسلامی عقائد، ابتدائی دینی معلومات اور اخلاقی تربیت کے اسباق کو روزمرہ کی گفتگو اور قصہ کے پیرایہ مین بیان کیا گیا ہے، اسباق کے مناسب چھوٹی چھوٹی دلچسپ نظمین بھی ہین،

"م"

"جلد ۴۶" ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۴۰ء "عدد ۶"

مَضَامِین